﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد 7　نمبر 5

ستمبر تا اکتوبر 2010ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

اداریہ	=	2
درس القرآن	=	3
حدیث النبی ﷺ	=	4
کلام الامام	=	5
فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ	=	6
حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ بٹالوی (آخری قسط)	=	7
انصاراللہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع 2010ء (رپورٹ)	=	17
انصار ڈائجسٹ	=	23

صدر مجلس انصاراللہ: چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر (اردو): محمود احمد ملک

نائبین: نوید احمد، حبیب الرّحمٰن غوری

مدیر (انگریزی): احد بھنو

نائب مدیر: عمر احمد

مینیجر: محمود علی مرزا

ترسیل: فیاض احمد ملہی، زاھد احمد باجوہ، شہباز احمد، ارشد محمود، ادریس احمد بٹر، محمد اختر، عبدالواحد

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے ترجمان "انصارالدین"

کا سالانہ چندہ صرف پانچ پاؤنڈ مقرر ہے

براہ کرم یہ رقم اپنے زعیم کو ادا کر کے رسید حاصل کر لیں

نیز رسالہ کے اجراء، پتہ کی تبدیلی یا دیگر معلومات کے حصول کے لئے اپنے زعیم حلقہ یا براہ راست مینیجر سے رابطہ فرمائیں۔

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF　　e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

ادا ریہ

جہاد یا تخریب کاری؟

اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرنے والے کچھ لوگ چند سالوں سے اسلام کے مقدس نام پر دنیا بھر میں دہشت گرد تنظیموں کے ساتھ منسلک ہو کر جہاد کا پرچار کرتے ہوئے تخریبی کارروائیوں میں مشغول ہیں۔ کہیں بم دھماکے ہو رہے ہیں، کبھی خودسوزی اور کبھی خودکشی کے ساتھ بے گناہوں کے خون سے کھیلا جارہا ہے۔ جو تخریب کاری کی گئی اس کی تفصیل دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ نے بار بار دنیا کے سامنے پیش کی اور اس طرح گویا دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں اسلام کو بدنام کرنے کے لئے بہترین مواقع فراہم کر دیئے گئے۔ ان سب تخریبی کارروائیوں کا ایک ردِّعمل اسلام دشمن طاقتور حکومتوں کی طرف سے تو یہ ہوا کہ انہوں نے دہشت گرد تنظیموں سے نمٹنے کے نام پر مسلمان ممالک یعنی افغانستان اور عراق کو خوفناک یلغار سے تباہ و برباد کر ڈالا اور لاکھوں بے گناہ مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ طاقتور حکومتوں کی یہ وہ تمنا تھی جو کسی طرح بھی پوری نہ ہو رہی تھی مگر نادان، جاہل اور گمراہ علماء نے انہیں بڑی سہولت کے ساتھ یہ موقعہ فراہم کر دیا۔ ان طاقتور حکومتوں کے انتقام کی آگ ابھی ٹھنڈی نہ ہوئی تھی کہ 2005ء میں لندن میں خودکش حملوں اور بم دھماکوں کی کارروائی کی گئی جس سے کئی بے گناہ ہلاک ہو گئے جس کی بازگشت آج بھی سنائی دے رہی ہے۔ اب حال ہی میں پھر ایسی کاروائیاں جاہل مسلمان علماء سے ہو رہی ہیں کبھی ایک ملک سے خبر آتی ہے کہ وہاں کا ایک بنیاد پرست مسلمان جہاز کو بم سے اڑانے کی کوشش کر رہا تھا اور کبھی دوسرے ملک سے خبر نکلتی ہے کہ وہاں کے مسلمان کئی جہازوں کو بارودی مواد سے تباہ و برباد کر کے بے گناہ لوگوں کے خون سے ہولی کھیلنا چاہتے ہیں۔ دل اس خیال سے لرز جاتا ہے کہ پتہ نہیں طاقت کے نشے میں چُور مغربی حکومتیں اب کس کس مسلمان ملک کو اپنے انتقام کا نشانہ بنائیں گی۔

عراق پر حملہ سے قبل دنیا بھر میں مگر یورپ میں خاص طور پر لاکھوں شریف النفس لوگوں نے احتجاج کیا تھا کہ عراق پر دوبارہ حملہ کر کے بے گناہوں کے خون سے احتراز کیا جائے۔ لندن کے بم دھماکوں اور خودکش حملوں کا ایک ردِّعمل یہ سامنے آیا ہے کہ وہ لوگ جو پہلے خواہ کسی بھی وجہ سے مسلمان ممالک پر حملوں کے خلاف تھے اب ان کے دلوں میں وہ ہمدردی ختم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ جب وہ ذرائع ابلاغ پر مسلمان علماء کے بیانات سنتے ہیں کہ ہاں یہ سب کچھ جہاد ہے اور اسلام ایسی تخریبی کارروائیوں کی اجازت دیتا ہے تو ان کے دلوں میں اسلام کے لئے کوئی نرم گوشہ باقی نہیں رہتا۔ ہوسکتا ہے کہ بعض تشدد پسند مسلمان کہیں کہ ہمیں ان لوگوں کی ہمدردیوں کی کوئی ضرورت نہیں مگر وہ لوگ جن کے دلوں میں اسلام کی سچی محبت ہے اور جو اسلام کی حقیقی تعلیم سے آشنا ہیں اور دنیا بھر میں اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں ہیں ان کے دل اسلام کی اس بھیانک تشریح سے خون ہو جاتے ہیں۔

امام الزماں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا مسلمانوں اور ان کے علماء کو تنبیہ کی تھی کہ اب تلوار کے جہاد کا زمانہ ختم ہو چکا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ يَضَعُ الْحَرْبَ یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ اب نہ وہ حالات رہے ہیں اور نہ جہاد کی وہ وجوہ اور شرائط موجود ہیں۔ اسلام دفاعی جنگوں سے منع نہیں کرتا مگر تخریب کاری اور بدامنی اور ظلم کے سخت خلاف ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان یہ فرمانِ رسول ﷺ سن کر بھی لڑائی کے لئے جائے گا تو وہ سخت ذلت سے دوچار ہو گا اور مسلمان اس سے شدید ہزیمت اٹھائیں گے۔ افسوس مسلمانوں نے خدا تعالیٰ کے فرستادہ کی باتوں کو نہ مانا اور اس وقت دنیا بھر میں اسلام کی بدنامی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''اے اسلام کے عالمو اور مولویو! میری بات سنو! مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب جہاد کا وقت نہیں ہے۔ خدا کے پاک نبیؐ کے نافرمان مت بنو۔ مسیح موعود جو آنے والا تھا، آچکا۔ اور اس نے حکم بھی دیا کہ آئندہ مذہبی جنگوں سے جو تلوار اور کشت وخون کے ساتھ ہوتی ہیں باز آجاؤ۔ تو اب بھی خونریزی سے باز نہ آنا اور ایسے وعظوں سے منہ بند نہ کرنا طریق اسلام نہیں ہے۔ جس نے مجھے قبول کیا ہے وہ نہ صرف ان وعظوں سے مونہہ بند کرے گا بلکہ اس طریق کو نہائت برا اور موجبِ غضبِ الٰہی جانے گا۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد)

درس القرآن

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۙ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ
یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ط وَلَوْلَادَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ
کَثِیْرًا ط وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ

ترجمہ: وہ لوگ جن سے (بلا وجہ) جنگ کی جارہی ہے ان کو بھی (جنگ) کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جن کو ان کے گھروں سے صرف ان کے اتنا کہنے پر کہ اللہ ہمارا رب ہے بغیر کسی جائز وجہ کے نکالا گیا اور اگر اللہ تعالیٰ ان (یعنی کفار) میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے (شرارت) سے باز نہ رکھتا تو گرجے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے برباد کر دیئے جاتے اور اللہ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ اللہ یقیناً بہت طاقتور (اور) غالب ہے۔

(سورۃ الحج 41-40)

سب مفسرین کے نزدیک قرآنِ مجید کی یہ پہلی آیات ہیں جن میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ ان آیاتِ کریمہ میں وہ وجوہات اور شرائط بیان فرمائی گئی ہیں جن کی بناء پر مسلمانوں کو اپنا دفاع کرنے کی اجازت عطا کی گئی ہے۔

مکہ کے دَور میں مسلمان لگا تار ظلم کا نشانہ بنائے گئے اور مدینہ ہجرت کے بعد بھی ان کا پیچھا کیا گیا اور وہاں بھی ان کے لئے امن کا راستہ مخدوش کر دیا گیا۔ ان آیات میں دفاع کی پہلی وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ ان پر بغیر کسی جائز وجہ کے شدید ظلم ڈھایا گیا۔ مسلمان تعداد میں کم اور دشمن کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے کمزور تھے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ اب اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا۔ اس سے ایک پیش گوئی کا پہلو بھی نکلتا ہے کہ مغرور اور طاقت کے نشہ میں چُور دشمن کے مقابلہ میں مسلمان غالب رہیں گے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جہاد کی اجازت دینے کی پہلی وجہ یہ تھی کہ ان پر ایک لمبے عرصہ تک ظلم کیا گیا اور وہ خدا تعالیٰ کی خاطر اسے برداشت کرتے رہے۔

اجازت کی دوسری وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ انہیں بغیر کسی جائز وجہ کے ان کے گھروں سے نکالا گیا تھا اور وہ وطن سے بے وطن کئے گئے۔ مدینہ میں بے وطنی اور غربت کے عالم میں بھی ان کا پیچھا کیا گیا اور مدینہ کے لوگوں کو اس بات پر اکسایا گیا کہ وہ مسلمانوں کا کسی حالت میں ساتھ نہ دیں۔ جہاد کی اجازت کی تیسری اہم وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ مسلمانوں کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ خدائے واحد پر ایمان لائے تھے اور انہیں یہ کہنے پر کہ اللہ ہمارا ربّ ہے ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ چوتھی وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دفاع کی اجازت نہ دیتا تو چرچ، یہود کے معابد اور مساجد اور عبادت گاہیں تباہ و برباد کر دی جاتیں اور خدا تعالیٰ کی عبادت سے لوگوں کو روک دیا جاتا۔

پس ان آیات سے یہ روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اسلام نے جب جہاد کی اجازت دی تو ساتھ اس کی وجوہات بھی بیان فرما دیں کہ کن حالتوں میں جہاد کی اجازت ہے۔ پھر رسولِ مقبول ﷺ کے اسوہ حسنہ سے مزید اس بات کی تشریح کرا دی کہ اگر جہاد ضروری ہو تو اس میں کن کن امور کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی یہ تعلیم نہیں کہ جس کا جی چاہے اور جب جی چاہے تو غیر مسلموں کو بغیر کسی جائز وجہ کے قتل کرنا شروع کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا (سورۃ مائدہ آیت 33)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے وجہ کسی بھی انسان کو قتل کر دینا خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا جرم ہے کہ گویا اس نے تمام بنی نوعِ انسان کو قتل کر دیا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کس قدر سنگین جرم اور درندگی ہے کہ بے گناہ انسانوں کو قتل کیا جائے یا ان کے قتل پر اکسایا جائے۔ یہ عمل اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ کاش جاہل علماء قرآن مجید کی پُر امن تعلیم سے آگاہ ہو سکیں اور معصوم لوگوں کو تخریب کاری کے لئے انگیخت نہ کریں اور بے گناہ لوگوں کے قتل کے لئے نہ اکسائیں اور اسلام کی بدنامی کا باعث نہ بنیں۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے اچھی حالت میں چھوڑو

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُ نِیْ وَاَنَا بِمَکَّۃَ فَقَالَ اِنَّکَ اِنْ تَذَر وَرَثَتَکَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَھُمْ عَالَۃً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ (بخاری)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مکہ میں بیمار ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا: اگر تم اپنے پیچھے وارثوں کو غنی چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسی حالت میں چھوڑو کہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

یہ الفاظ آنحضرت ﷺ نے اس وقت فرمائے تھے جب کہ آپ کے مقرب صحابی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکہ کے سفر کے دوران بیمار پڑ گئے۔ اور انہوں نے یہ خیال کر کے کہ شاید میری وفات قریب ہے آنحضرت ﷺ کے سامنے خواہش ظاہر کی کہ میں اپنے پیچھے اپنا سارا مال خدا کے رستے میں وقف کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں، یہ زیادہ ہے میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس پر انہوں نے دو تہائی مال وقف کرنا چاہا مگر آپؐ نے اس کی بھی اجازت نہیں دی۔ آخر حضرت سعد نے ایک تہائی کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے اس کی اجازت دی مگر ساتھ ہی فرمایا کہ اگر تم اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسی حالت میں چھوڑو کہ وہ دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے پھریں۔ اِس حکیمانہ ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام پیش آمدہ حالات کے ماتحت ظاہری اسباب کو بھی مدّ نظر رکھتا اور دور اندیشی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک ایسا مسلمان جو مال رکھتا ہے وہ اپنے وارثوں کو محروم کر کے سارا مال خدا کے رستہ میں دے جائے اور اس کے پیچھے اس کے وارث بھیک مانگتے پھریں۔

مگر افسوس ہے کہ آج کل بہت سے مسلمانوں نے توکّل کا غلط مطلب سمجھ رکھا ہے۔ اور یہ خیال کر رکھا ہے کہ جس بات کو خدا پر چھوڑا جائے اس میں ظاہری تدابیر کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لینی چاہئیں۔ حالانکہ اسلامی توکّل کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ بلکہ صحیح اسلامی توکّل یہ ہے کہ اپنے حالات اور اپنی طاقت کے مطابق ساری ضروری تدبیریں اختیار کی جائیں اور اس کے ساتھ خدا پر توکّل بھی کیا جائے۔ اور یقین رکھا جائے کہ ان ظاہری تدبیروں کے باوجود فتح وظفر کی اصل کنجی صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ ایک بہت مشکل بلکہ بظاہر متضاد مقام نظر آتا ہے جس پر عمل کرنا تو درکنار اس کا سمجھنا بھی آسان نہیں۔ مگر حق یہی ہے کہ صحیح اسلامی توکّل یہ ہے کہ ایک طرف تمام ضروری تدبیریں اختیار کی جائیں اور دوسری طرف ان تدبیروں کی تاروں کے متعلق یقین رکھا جائے کہ وہ خدا کے ہاتھ میں ہیں اور یہ کہ بہر حال ہوگا وہی جو خدا کی مشیت ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو یہ دونوں چیزیں متضاد نہیں ہیں کیونکہ جب ہر تقدیر خیر وشر اور تمام خواص الاشیاء اور ہر قسم کے اسباب اور مسببات کا خالق و مالک خدا ہی ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ ظاہری تدبیروں کے باوجود ہمارے اعمال کے نتائج کی آخری تاریں خدا کے ہاتھ میں سمجھی جائیں گی۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک بدوی رئیس آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملاقات کے شوق میں اپنی اونٹنی مسجد نبوی کے دروازہ کے باہر کھلی چھوڑ آیا۔ جب وہ آپؐ سے مل کر واپس گیا تو اس کی اونٹنی بھاگ کر غائب ہو چکی تھی۔ وہ گھبرایا ہوا مسجد میں واپس آیا اور آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نے خدا کے توکل پر اپنی اونٹنی کو چھوڑا تھا مگر جب آپ سے مل کر باہر گیا ہوں تو وہ بھاگ چکی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: **اعقلھا و توکّل** ''یعنی ایک طرف اپنی اونٹنی کا گھٹنا باندھو اور دوسری طرف خدا پر توکل کرو''۔ اور انہی لطیف الفاظ پر مولانا رومیؒ نے یہ مصرعہ نظم کیا ہے: بر توکل زانوئے اشتر بہ بند۔

خلاصہ یہ کہ حدیث زیر نظر میں آنحضرت ﷺ نے ایک طرف اولاد کے باوقار گزارے کے لئے والدین کو دُور بینی اور دُور اندیشی کی تعلیم دی ہے کہ جہاں تک تمہارے اختیار میں ہے، اپنے متعلقین کو بے سہارا نہ چھوڑو اور ان کے لئے باوقار زندگی کا انتظام کرو۔ اور دوسری طرف آپؐ نے ضمناً اس حدیث میں یہ اشارہ بھی فرمایا ہے کہ ظاہری تدبیریں توکّل کے خلاف نہیں۔ پس پہلے اپنی طاقت اور ذرائع کے مطابق ظاہری تدبیریں اختیار کرو اور پھر خدا پر توکل کرو۔

بیشک جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے کہ یہ ایک نہایت مشکل مقام ہے کیونکہ انسان اپنی کمزوری میں ایک طرف جھک جانے کا عادی ہوتا ہے۔ وہ یا تو صرف ظاہری تدبیروں پر جھک کر انہی کو اپنا خدا فرض کر لیتا ہے اور یا ظاہری تدبیروں کو کلیتہً چھوڑ کر خدا سے یہ امید لگا بیٹھتا ہے کہ میں خدا کے بنائے ہوئے اسباب کو ٹھکراتا ہی رہوں وہ بہر حال اپنے عرش سے اتر کر خود میرے کاموں کو سرانجام دے گا۔ مگر حق یہی ہے کہ یہ دونوں نظریے باطل اور خلافِ تعلیم اسلام ہیں۔ اور سچا فلسفہ یہی ہے جس پر نیک لوگوں کا ہر زمانہ میں عمل رہا ہے کہ ''ایک طرف اپنی اونٹنی کا گھٹنا باندھو اور دوسری طرف خدا پر توکل کرو''۔

کلام الامام علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''کیا تمہیں اس خدا سے کچھ بھی شرم نہیں آتی جس نے تمہاری تیرھویں صدی کے غم اور صدمے دیکھ کر چودھویں صدی کے آتے ہی تمہاری تائید کی؟ کیا ضرور نہ تھا کہ خدا کے وعدے عین وقت میں پورے ہوتے؟ بتلاؤ کہ ان سب نشانوں کو دیکھ کر پھر تمہیں کیا ہو گیا؟ کس چیز نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی؟ اے کج دل قوم خدا تیری ہر ایک تسلی کر سکتا ہے۔ اگر تیرے دل میں صفائی ہو۔ خدا تجھے کھینچ سکتا ہے اگر تو کھینچے جانے کے لئے تیار ہو۔ دیکھو یہ کیسا وقت ہے، کیسی ضرورتیں ہیں جو اسلام کو پیش آ گئیں۔ کیا تمہارا دل گواہی نہیں دیتا کہ یہ وقت خدا کے رحم کا وقت ہے؟ آسمان پر بنی آدم کی ہدایت کے لئے ایک جوش ہے اور توحید کا مقدمہ حضرت احدیت کی پیشی میں ہے مگر اس زمانہ کے اندھے اب تک بیخبر ہیں۔ آسمانی سلسلہ کی ان کی نظر میں کچھ بھی عزت نہیں۔ کاش ان کی آنکھیں کھلیں اور دیکھیں کہ کس کس قسم کے نشان اتر رہے ہیں۔ اور آسمانی تائید ہو رہی ہے اور نور پھیلتا جاتا ہے۔ مبارک وہ جو اس کو پاتے ہیں''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 437-436)

5/جولائی 1903ء کو اپنی مجلس میں فرمایا:-

''اور قوم کو چاہیے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجالاوے۔ مالی طرح پر بھی خدمت کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں چاہئے۔ دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا۔ رسول کریم ﷺ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔ اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیویں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اُسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔''

''چاہئے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک متنفّس عہد کرے کہ مَیں اتنا چندہ دیا کروں گا۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے عہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے رزق میں برکت دیتا ہے۔ اس دفعہ تبلیغ کے لئے جو بڑا بھاری سفر کیا جاوے تو اس میں ایک رجسٹر بھی ہمراہ رکھا جاوے۔ جہاں کوئی بیعت کرنا چاہے اس کا نام اور چندہ کا عہد درج رجسٹر کیا جاوے.............''۔

نیز فرمایا:-''بہت لوگ ایسے ہیں کہ جن کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ چندہ بھی جمع ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہئے کہ اگر تم سچا تعلق رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے پکّا عہد کرلو کہ اس قدر چندہ ضرور دیا کروں گا اور ناواقف لوگوں کو یہ بھی سمجھایا جاوے کہ وہ پوری تابعداری کریں۔ اگر وہ اتنا عہد بھی نہیں کر سکتے تو پھر جماعت میں شامل ہونے کا کیا فائدہ؟ نہایت درجہ کا بخیل اگر ایک کوڑی بھی روزانہ اپنے مال میں سے چندے کے لئے الگ کرے تو وہ بھی بہت کچھ دے سکتا ہے۔ ایک ایک قطرہ سے دریا بن جاتا ہے۔ اگر کوئی چار روٹی کھاتا ہے تو اسے چاہئے کہ ایک روٹی کی مقدار اس میں سے اس سلسلہ کے لئے بھی الگ کر رکھے اور نفس کو عادت ڈالے کہ ایسے کاموں کے لئے اسی طرح سے نکالا کرے۔......''

(ملفوظات جلد ششم، صفحہ 39-38۔ مطبوعہ لندن)

فرمودات امیرالمومنین حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضورانور نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2010ء کے موقعہ پرخواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''خوش قسمت ہیں ہم جو اِس آخری اور کامل نبی ﷺ پر ایمان لانے والے ہیں اور آپ کی شریعت پر یقین رکھتے ہیں جو دنیا کی نجات کا باعث ہے لیکن ایمان کا دعویٰ کرنے اور خدا تعالیٰ پر یقین رکھنے والے کا یہ فرض ہے کہ وہ جب یہ دعویٰ کرتا ہے تو پھر اپنی زندگی کو اُس تعلیم کے مطابق ڈھالے اور آنخضرت ﷺ کی تعلیم پر مکمل عمل کرنے کی کوشش کرے۔ آپ ﷺ کے اقوال کی پابندی کرے۔ قرآن کریم اور آنخضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی اِس زمانے میں آنخضرت ﷺ کے عاشقِ صادق نے جو قرآنی علوم و معارف اللہ تعالیٰ سے ہدایت پا کر ہم پر کھولے ہیں اُن کو پڑھے، سُنے، سمجھے، اور عمل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ چیزیں تقویٰ کی طرف لے جانے والی ہیں۔ تقویٰ کے معیار بلند کرنے والی ہیں۔ ایک مومن اور غیر مومن میں فرق کرنے والی ہیں کیونکہ زمانے کے امام کو مان کر اُس کی بات پر لبیک کہنا بھی آنخضرت ﷺ کی پیروی میں شامل ہے اِس لئے آپؑ کی بات ماننا انتہائی ضروری ہے۔ آپؑ حکم اور عدل بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور پھر نہ صرف یہ کہ ہمیں، جو احمدی مسلمان ہیں، یہ حکم ہے کہ اپنے تقویٰ کے معیار بلند کر کے اسوۂ رسول ﷺ پر عمل کریں بلکہ قُل کہہ کر جس کے پہلے مخاطب بے شک آنخضرت ﷺ ہی ہیں۔ آپؐ کو حکم دیا گیا ہے کہ دنیا کو بتا دیں کہ میں تمام دنیا کے انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اِس لئے تقویٰ کے معیار وہی ہیں جو میں نے قائم کئے ہیں اور جو میں نے تمہیں بتائے ہیں۔ جو میرے اوپر اتری ہوئی تعلیم میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ اب تقویٰ کے حصول کا یہی ذریعہ اپناؤ گے تو انسانیت کی بقاء ہے۔ لیکن آپ کے اِس اعلان کے بعد آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کی بھی یہ ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ جب تم ایمان لے آئے ہو اور قرآن کریم میں 'قُل' کا لفظ پڑھتے ہو تو تمہارے پر بھی یہ فرض ہے کہ دنیا کو بتاؤ کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خدا تعالیٰ کے محبوب ترین ہیں اور تا قیامت خدا تعالیٰ کا آپ جیسا کوئی محبوب پیدا نہیں ہوسکتا۔ اِس لئے اِس پیارے کی پناہ میں آؤ کہ اِس کے سوا تقویٰ ممکن نہیں ہے۔ اِس کے سوا خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ جب ہم دنیا کو اِس پیغام کی طرف بلا کر تقویٰ پر چلنے کی تلقین کر رہے ہوں گے تو ہمارے پر کس قدر یہ فرض بنتا ہے کہ اِس تعلیم کو اپنی زندگیوں میں لاگو کریں، اپنے آپ پر لاگو کریں۔ ورنہ ہمارا ایمان اور اسلام کا دعویٰ بے وقعت ہوگا، اِس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

تقویٰ کیا ہے؟ ہم یہ لفظ اکثر استعمال کرتے ہیں۔ کچھ کو اِس کے معنی پتہ ہوں گے اور کچھ اِس کے صرف سطحی معنی جانتے ہوں گے۔ تقویٰ ہے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے برائی سے بچنا اور نیکیوں پر قدم مارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنا۔ کسی نے تقویٰ کی تعریف اِس طرح کی ہے کہ چھوٹے بڑے گناہوں سے اِس طرح بچنا جیسے کسی کانٹے دار جھاڑیوں والے راستے سے انسان گزر رہا ہو اور اپنے کپڑوں کو احتیاط سے اِس طرح بچائے کہ کہیں کوئی کانٹا کپڑے کے کسی حصے میں پھنس کر اُسے پھاڑ نہ دے یا کوئی کپڑے کا دھاگہ باہر نہ نکل آئے اور عورتیں تو خاص طور پر کپڑوں کی بڑی احتیاط کرتی ہیں۔ جس کپڑے میں نقص پیدا ہو جائے یا کپڑا اُلجھنے کی وجہ سے کسی کا وقت ضائع ہونے لگے تو اکثر یہ صورت حال بڑی تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ یا بعض دفعہ خاردار جھاڑیاں اُلجھ کر اور کپڑوں سے گزر کر اُن کو زخمی بھی کر دیتی ہیں۔ اور اپنے آپ کو بچانے کے لئے جب آدمی کانٹے نکال رہا ہوتا ہے تو ہاتھ بھی زخمی کر لیتا ہے۔ اس لئے بھی انسان ایسی جگہوں سے بچ بچ کر گزرتا ہے۔ غرض ذرا سی بے احتیاطی بھی ایسے راستوں پر چلنے والے کو کئی پریشانیوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ پس یہ احتیاط ہے جو چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنے کے لئے ایک مومن پر فرض ہے، ایک مومنہ پر فرض ہے اور پھر ایک احمدی مسلمان جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ زمانے کے امام کے حصار میں آ کر میں محفوظ ہو گیا ہوں، اُسے تو اِس حصار میں رہنے کے لئے سر توڑ کوشش کرنی چاہئے۔ پس کیا احمدی مرد اور کیا احمدی عورت ہر ایک کا فرض ہے کہ اِس حصار میں رہنے کی ہر ممکن کوشش کرے تا کہ شیطان سے محفوظ رہے اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنا رہے۔ جہاں کسی نے تقویٰ سے باہر قدم نکالنے کی کوشش کی یا تقویٰ سے باہر نکل کر کسی عمل کی کوشش کی تو وہاں وہ خود اپنے اس حصار کو توڑ کر باہر نکل گیا۔ اور پھر جب خود باہر نکل گیا تو اُن برکات سے بھی محروم ہونا شروع ہو گیا جن کا اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جڑنے سے اور جڑے رہنے سے وعدہ فرمایا ہے۔ پس نیکیوں پر قدم مارنے اور تقویٰ پر قائم رہنے کے لئے ایک مسلسل کوشش اور دُعا کی ضرورت ہے۔ اِس سے جہاں ہم خود اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں گے وہاں تبلیغ کا بھی حق ادا کر رہے ہوں گے''۔

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ (1968-1884) کے حالات زندگی ’’اصحاب احمد‘‘ جلد سوم میں تفصیل سے شائع ہوئے ہیں جن کی تلخیص گزشتہ دوشماروں سے شامل اشاعت کی جارہی ہے۔اس تیسری اور آخری قسط میں حضرت شیخ صاحبؓ کی بعض اہم خدمات اور سرگرم تبلیغی واقعات نیز خلفائے سلسلہ کے حوالہ سے بعض متفرق واقعات کو آپؓ کے الفاظ میں ہی خلاصۃً پیش کیا جارہا ہے۔

(تلخیص و ترتیب: محمود احمد ملک)

خلافت کی برکت سے قرض سے نجات

حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ بٹالوی تحریر فرماتے ہیں کہ خاکسار کی پہلی شادی اپریل 1907ء میں ہوئی تھی، اس کا سارا خرچ مجھ پر ہی تھا جس سے میں زیر بار ہوگیا۔اس بارہ میں دعا کے لئے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خدمت میں عرض کرتا رہا اور جواب مجھے ملتے رہے۔ایک بار حضورؓ نے تحریر فرمایا:

’’اگر قرض ادا کرنے کی سچی نیت ہو اور اس فکر میں آدمی لگا رہے اور جس قدر ممکن ہو اس کو ادا کرتا رہے تو خدا تعالیٰ ضرور سامان مہیا کردیتا ہے کہ وہ ادا ہو جائے۔توبہ استغفار اور لاحول کی کثرت کیا کریں۔نمازوں میں عجز اور زاری سے دعائیں مانگا کریں۔‘‘ (قادیان 2 مئی 1907ء)

ایک خط کا یہ جواب ملا: ’’آپ قرضہ کے لئے توبہ استغفار، لاحول سے کام لیں اور ادا کرنے کا ارادہ کرلیں۔ جب تک خود دس بارہ روز آپ یہاں نہ رہیں، دعا کا منگوانا مشکل ہے‘‘۔اگست 1907ء۔

ایک دفعہ اسی قرضہ کے بارے میں اپنی گھبراہٹ کا ذکر ایک خط میں کر کے دعا کی درخواست کی تو جواباً تحریر فرمایا: ’’آپ استغفار جس کے معنی ہیں الٰہی میں نے غفلت کی، اس کے بدنتائج سے مجھے محفوظ رکھ اور غفلت سے بچا۔استغفراللہ اور لاحول جس کے معنی ہیں الٰہی تیرے فضل وکرم کے سوا کچھ نہیں بن سکتا تو بدی سے پھیر اور نیک بنا۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ اور اَلْحَمْدُ شریف بلحاظ معنی اور درود بایں خیال کہ الٰہی! محمد رسول ﷺ نے ہمارے لئے بڑے دکھ درد اٹھائے اور بڑی محنت سے ہم تک تیرا دین پہنچایا۔الٰہی اس کے بدلہ میں ہماری طرف سے اس پاک انسان پر خاص خاص اور عام رحمتیں اور سلام اور برکات پہنچادے۔ آمین۔یہ چار باتیں آپ اختیار فرماویں۔نورالدین 2 اگست‘‘

(یہ 1907ء کا مکتوب ہے،اس کے عکس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد چہارم،صفحہ 644)

ایک بار تحریر فرمایا: ’’آپ استغفار اور لاحول (پڑھا) کریں۔دعا تو ہر صورت مفید ہے مگر مسلمان خود فضول خرچیاں فرماتے ہیں اور دکھ میں مبتلا ہوتے ہیں۔میں بھی انشاءاللہ تعالیٰ دعا کروں گا۔12 رمضان الشریف، مطابق 07-10-22‘‘

ان نصائح پر اللہ تعالیٰ نے مجھے عمل کرنے کی توفیق عطا کی اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کی توجہ اور دعا سے میرا قرض اتر گیا۔

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے تحریر فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ آپ کو صحت بخشے۔آپ کی اولاد نہیں اور آپ کی بہن کے گھر بچہ علیل ہے۔اس کا فکر آپ پر واجب ہے۔بہت استغفار،صدقہ کے بعد دعا پر زور دو۔اس کا باعث آپ کی مخفی روحانی بات ہے۔فکر کرو۔میری بات پر آپ نے عقل مندانہ توجہ نہیں کی۔یہ تو ہوا اصل علاج..........‘‘۔(اس کے بعد حضورؓ نے کوئی نسخہ تحریر فرمایا تھا یا کوئی اور مشورہ دیا تھا جواب موجود نہیں)۔

دورانِ ملازمت متفرق واقعات وخدمات

’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا غیر معمولی اثر

حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ بٹالوی رقم فرماتے ہیں کہ دسمبر 1914ء میں مجھے جنگ پر اپنی کور کے ہمراہ بنّوں اور میراں شاہ وغیرہ جانا پڑا۔میں نے کمانڈنگ افسر میجر وارڈل کو ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ (انگریزی) دی تو بعد مطالعہ انہوں نے کہا کہ یہ کتاب بہت عمدہ تالیف ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کا اردو ترجمہ کردو تاکہ اپنی یونٹ کے عہدیداروں میں اس کی نقول تقسیم کروں۔ جب مَیں نے بتایا کہ اصل کتاب اردو میں ہی ہے تو انہوں نے اس کی سینتیس جلدیں سرکاری خرچ پر منگوائیں۔باوجودیکہ میں نے ان سے کہا کہ تقسیم سے فتنہ پیدا ہوگا اور غیر احمدی شکایت کریں گے کہ یہ احمدی بابو ان لوگوں کا مذہب تبدیل کرانا چاہتا ہے، افسر موصوف نے کہا کہ ہم کچھ پرواہ نہیں کرتے۔میں نے کہا کہ آپ برطانوی افسر ہیں، آپ کو تو کوئی نہیں پوچھے گا لیکن ساری بلا میرے گلے آپڑے گی۔مگر وہ نہیں مانے اور کہا کہ ہم حکم دیتے ہیں۔

اسی اثناء میں میجر رسالدار راجہ راج ولی خان کو خاکسار کے بارہ میں غیر احمدیوں نے یہ شکایت کی کہ بابو فضل احمد کافر ہے اور ہم اس کے ساتھ کام نہیں کرسکتے، یہ ہمارا مذہب خراب کررہا ہے،اس کا تبادلہ کردیا جائے۔غیر احمدیوں نے چاہا کہ میجر رسالدار صاحب کو اپنا نمائندہ بنا کر میجر وارڈن صاحب کے پاس بھیجا جائے۔لیکن اس رپورٹ کے پہنچنے پر راجہ موصوف پہلے میرے پاس آئے اور مجھے ہنس کر کہنے لگے کہ اگر مَیں یہ رپورٹ صاحب تک پہنچاؤں تو ڈر ہے مبادا بے عزتی ہو۔کیونکہ وہ آپ کے ہاتھ پر ہیں اور آپ جو کہیں گے وہ اسے درست سمجھیں گے۔ آپ بتلائیں کہ آپ اس شکایت کا کیا جواب دیتے ہیں۔میں نے کہا کہ میں کہوں گا کہ صاحب! آپ دیکھیں کہ قرآن کریم عیسائیوں کو پکا کافر کہتا ہے۔پس جب آپ بڑے کافر ہوئے اور آپ کے ساتھ اِن لوگوں کا گزارہ ہوسکتا ہے تو میرے ساتھ کیوں نہیں ہوسکتا حالانکہ میں بقول اِن کے چھوٹا کافر ہوں۔رسالدار صاحب

سمجھ گئے اور وہ اُن لوگوں کو یہ کہنے ہی لگے تھے کہ شکایت نہ کرنا کہ اتنے میں سامنے سے افسر موصوف آ گئے اور رسالدار نے فال ان (Fall In) کرا دیا۔ پھر صاحب نے ہر ایک کو ایک ایک نسخہ ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا دیا اور ہر ایک نے شکریہ ادا کیا اور سلام کیا اور کتاب لے لی۔ اس کے بعد صاحب نے اس کتاب کی تعریف کی اور کہا کہ اسے پڑھا کرو، میری میم صاحب تو اس کتاب کی عاشق ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دشمن کے بد ارادوں سے مجھے نجات دی۔

چند روز بعد انگریز افسر مسٹر وارڈن کے تبادلہ پر ہم اُنہیں الوداع کہنے بنوں ریلوے سٹیشن پر گئے تو اُن کی اہلیہ نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں آپ کی اس کتاب کو ساتھ لے جا رہی ہوں، میں اس سے علیحدگی پسند نہیں کرتی۔ پھر اس کتاب کی بہت تعریف کی۔ اس افسر کا یہ کہنا تھا کہ میرے دل پر اس کتاب کا ایسا اثر ہوتا ہے جیسے دہکتے ہوئے کوئلوں پر پانی کے گرنے سے ٹھس ٹھس کی آواز آتی ہے، ایسا ہی میرے دل کے شعلے اس سے ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

ایک عسکری جھڑپ اور خدائی خبر

مارچ 1915ء میں تیس، تینتیس ہزار افراد (جن کا تعلق اقوام منگل اور دوران سے تھا) ہمارے بریگیڈ متعین میراں شاہ پر حملہ آور ہوئے۔ مگر جنرل فین (Fane) کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ گئے۔ بریگیڈ کے توپخانہ کو جنرل مذکور نے راتوں رات پہاڑی کے عقب میں جانے کا حکم دیا لیکن وہ راستہ بھول گیا البتہ تباہ ہوتے ہوتے بچ گیا۔ میں نے قادیان آنے پر حضرت صاحبؓ سے حالاتِ جنگ کا ذکر کیا تو حضورؓ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اگر انگریز احتیاط نہیں کریں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔ پھر توپخانہ کا حال سن کر جو تباہ ہونے لگا تھا، فرمایا: شاید اسی کی طرف اشارہ تھا۔

دفتر میں نماز پڑھنے کی اجازت

ایک جمعہ کے روز مَیں میجر جی۔ ایچ۔ ڈیوس کو حساب لکھوا رہا تھا کہ نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ میں نے کہا کہ آپ مجھے نماز پڑھ لینے دیں۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے سفر پر جانا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ نماز بڑی اہم ہے اور اس کا وقت جا رہا ہے۔ سوچ سوچ کر کہنے لگے: بہت اچھا، نماز پڑھ لو، میں حساب پھر کبھی لکھ لوں گا۔ یہی افسر جب کشمیر گیا تو اس نے مجھے وہاں سے ایک مصلّیٰ لا کر دیا اور کہا کہ اس پر نماز میرے دفتر میں پڑھا کرو۔ یہ ذکر میرا ہی ہے جو بغیر نام لئے حضورؓ نے اپنی تقریر ''ملائکۃ اللہ'' میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''اگر دفتر میں کام کرتے ہوئے نماز کا وقت آجائے تو بے شک وہاں پڑھ لو، مگر جہاں کوئی مجبوری نہیں، اس حالت کے متعلق میرا یہی عقیدہ ہے کہ نماز نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ ملازموں کو ان کے افسر نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ ایک افسر تھا وہ ایک احمدی کو نماز نہیں پڑھنے دیتا تھا، اس نے ملازمت چھوڑ دی اور دوسری جگہ کر لی۔ دوسری جگہ اسے ایسا انگریز افسر ملا جس نے خود مصلّیٰ لا کر دیا اور کہا کہ اس پر میرے سامنے نماز پڑھا کرو۔ تو جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے کام کرتا ہے، خدا تعالیٰ خود اس کا انتظام کر دیتا ہے۔'' (''ملائکۃ اللہ'' صفحہ 50، بار اوّل)

اس کتاب ''ملائکۃ اللہ'' میں حضور کی جلسہ سالانہ 1920ء کی تقریر درج ہے۔ جبکہ ملازمت ترک کرنے کا ذکر گزشتہ قسط میں گزر چکا ہے۔

تبلیغ اور اس کے پھل

شروع 1917ء میں ہم لوگ بنوں سے واپس راولپنڈی آ گئے۔ بنوں میں 1915ء تا 1917ء مجھے تبلیغ کی بہت توفیق ملی۔ میرے ساتھ مولوی محمد عبداللہ صاحب ساکن فتح پور ضلع گجرات تھے، جو بعد میں درویش قادیان بن گئے اور لائبریرین کا کام ان کے سپرد رہا اور وہیں وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ آپ بہت معزز خاندان برلاس تھے اور بہت منکسر المزاج۔ نیز میاں عبداللہ صاحب درزی (مدفون بہشتی مقبرہ) بھی وہاں تھے۔ ہم اکثر اکٹھے ہوتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مبارک کاموں کا ذکر کر کے لطف اٹھاتے۔

بنوں میں ہم دفتر جاتے ہوئے اپنے ساتھ سلسلہ کے ٹریکٹ لے جاتے اور انگریزوں، پٹھانوں، مسلمانوں اور ہندوؤں میں تقسیم کرتے تھے۔ وہاں عبدالہادی صاحب اور شیخ اللہ بخش صاحب غیر مبائع صاحبان تھے۔ کئی دن رات ان سے بحث ہوتی رہی۔ ایک شب میرے مکان پر ان سے بحث ہو رہی تھی کہ نماز عشاء کا وقت ہو گیا۔ میں امام تھا اور یہ دونوں مقتدی۔ میں نے دعا کی کہ الٰہی! ان دونوں میں سے ایک دیدے۔ قدرت الٰہی کہ شیخ صاحب نے بیعت کر لی اور عبدالہادی صاحب غیر مبائعین کے بڑے بھاری رکن بن گئے۔ سنا تھا کہ بعد میں کسی نے ان کو قتل کر دیا تھا۔

ایک مولوی صاحب سے تبلیغی مناظرہ

لکی مروّت کے ایک شریف الطبع مولوی بنوں تشریف لائے۔ کسی نے ان کے پاس شکایت کی کہ یہاں ایک مرزائی بابو آیا ہوا ہے جس کی وجہ سے بعض لوگ احمدی ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ، میں اس سے بات کروں گا۔ میں نے سنا تھا کہ یہ مولوی صاحب حضرت سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ جب وہ آپؓ کے وطن خوست گئے تھے تو حضرت ممدوح نے ان کو چار صد روپیہ کی قیمت کا گھوڑا بطور تحفہ دیا تھا۔ مکرم عبدالکریم صاحب سیکرٹری تبلیغ جو اُن دنوں ہماری کور میں ملازم تھے، رات کے دس بجے کے بعد مجھے بیدار کر کے یہ بتا کر لے گئے کہ فلاں مکان میں بہت سے پٹھان مولوی جمع ہیں اور آپ کو بحث کے لئے بلا رہے ہیں۔

ہم پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑی ڈیوڑھی میں بڑی بڑی چار پائیوں پر بڑے بڑے پٹھان مولوی بیٹھے ہیں۔ ان مولوی صاحب نے جو مجھے میانہ قد، شکیل اور شریف نظر آتے تھے۔ مجھے اپنے پاس جگہ دی اور رسمی گفتگو کے بعد پوچھا کہ ہم لوگ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے ہمیں بتلایا ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں۔ کہنے لگا کوئی دلیل؟۔ میں نے غالباً آیت فلمّا توفّیتنی، پڑھ کر اس کی تفسیر بیان کی۔ فرمایا اور دلیل؟۔ میں نے ایک اور آیت پڑھ دی، پھر کہا کوئی اَور۔ میں نے ایک اور آیت پڑھ کر تفسیر شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خوب تبلیغ کرنے کی توفیق بخشی۔ جس پر میں بھی اور میرے ساتھی بھی متعجب تھے۔

جب رات بہت گزر گئی تو میں نے کہا کہ میں ایک عقلی دلیل دیتا ہوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ جب تک پہلا جرنیل جو ابھی تبدیل ہوا ہے نہ بلایا جائے، اس حلقہ کا انتظام نہیں ہوسکتا اور سب کام خراب ہو جائے گا۔ تو کیا موجودہ جرنیل کی کوئی عزت باقی رہے گی؟۔ خدا جانے کس طرح مولوی صاحب کے منہ سے نکل گیا نہ سہی، نہ رہے۔ اس پر لوگوں نے مجھے کہا کہ اب آپ جائیں اور وہ پٹھان سخت شرمندگی محسوس کرنے لگے کہ مولوی صاحب نے یہ کیا کہہ دیا۔ میں اور میرے ساتھی وہاں سے چلے آئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ تبلیغ کی توفیق ملی۔ حالانکہ موقع بڑا خطرناک تھا۔ یہ لوگ ہمیں مار بھی ڈالتے تو کوئی گواہ نہ ملتا اور نہ مقدمہ ہوسکتا۔

قادیان سے تبلیغی وفد کی آمد

بنوں میں جب ہر طرف یہ شور اٹھا کہ مرزائی یہاں تبلیغ کر رہے ہیں تو میں نے حضرت کے حضور عریضہ لکھا کہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ اور کسی اَور مبلغ کو بھجوائیں۔ حضورؓ نے درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے حضرت حافظ صاحبؓ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کو بنوں بھجوا دیا۔ دونوں بزرگوں نے خوب تبلیغ کی اور سارے علاقہ میں شور پڑ گیا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے یہ کام کرایا جبکہ اس زمانہ میں صوبہ سرحد میں تبلیغ احمدیت کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ

اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ثبوت

بنوں میں غالبًا اواخر 1916ء میں ایک روز میں اپنے ساتھی کلرک بابو ہری سنگھ کے ساتھ دفتر سے گھر کی طرف آ رہا تھا۔ ان کے ساتھ اکثر مذہبی گفتگو رہتی تھی۔ انہوں نے پوچھا: کیا آپ کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے؟۔ میں نے کہا کہ آپ سوال کی تصحیح کر کے یہ پوچھیں کہ آپ کا میرے مقابل پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ تعلق ہے؟۔ انہوں نے کہا یوں ہی سہی۔ اثبات میں جواب دینے پر انہوں نے ثبوت طلب کیا۔ میں نے کہا یہ کہ آپ میرے ہاتھ سے ڈسچارج ہونگے۔

بات تو میرے منہ سے نکل گئی اور میں خود حیرت میں ڈوب گیا کہ یہ کیا بات میرے منہ سے نکلی تھی۔ ادھر یہ سکھ بھی حیران تھا کہ یہ کیا جواب ملا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان تھوڑے عرصہ میں ان کی آنکھوں میں تیز ککرے پڑ گئے اور وہ کئی ماہ تک شفاخانہ میں داخل رہے۔ وہ صحت یاب ہوئے تو میں رخصت لے کر قادیان آ گیا اور وہ کور کے ساتھ راولپنڈی آ گئے۔ میں ابھی رخصت پر تھا کہ چاروں ہندوستانی افسران نے یہ سازش کی کہ مجھے ہری سنگھ کے ماتحت کر دیا جائے تو میں تنگ آ کر ملازمت ترک کر دوں گا۔ رخصت سے واپسی پر مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور بڑے الحاح سے دعا کی کہ میں بڑا گناہگار ہوں، میرے گناہ معاف فرما کر میری عزت رکھیو۔ جب میں گھر سے دفتر کی طرف جا رہا تھا تو یکے بعد دیگرے چاروں ہندوستانی سرداروں سے سامنا ہوا اور ہر ایک نے معذرت کر کے شرارت کسی دوسرے کی بتائی اور کہا کہ اس میں وہ قصوروار نہیں۔ جب دفتر پہنچا تو بابو ہری سنگھ نے کہا کہ افسر آپ پر مہربان ہے۔ اُس کو کہیں کہ وہ مجھے ہسپتال لے جا کر طبی طور پر مجھے ناقابل ملازمت قرار دلا دے تا کہ مجھے پنشن مل جائے۔ چنانچہ میرے کہنے پر افسر نے ایسا ہی کیا۔ جب ان کی ملازمت سے فراغت اور وظیفہ (پنشن) کے کاغذات بن گئے اور میں اُن کے ساتھ گھر کو آ رہا تھا تو اچانک بنوں والی بات مجھے یاد آ گئی اور میں نے ان کو کہا کہ لو بابو صاحب آج وہ بات پوری ہوگئی کہ آپ میرے ہاتھ سے ڈسچارج ہونگے اور یہ اسلام کی سچائی کا ثبوت ہے۔ وہ خاموش رہے ؎

اے خدا قربان احسانت شوم
کانِ احسانی بقربانت شوم

خدائی غیرت کا ایک نشان

1914ء میں ہمیں نوشہرہ جانا ہوا۔ جہاں ایک روز ایک رسالدار مجھے ایک سید کے مکان پر لے گئے جو نوشہرہ کا رئیس تھا۔ اُس بدزبان نے حضرت امّ المؤمنینؓ کی شان میں بے ادبی کے کلمات کہے جس سے میرا دل جل گیا۔ اور ابھی تیسرا دن نہ گزرا تھا کہ میرے دل کا شعلہ اس سید کے ٹال پہ جا پہنچا اور اسے آگ لگ جانے سے اُس کا ایک لاکھ روپیہ کا نقصان ہوگیا۔ میں اس کی پریشانی کو دیکھتا اور اللہ تعالیٰ کی حضور حضرت امّ المؤمنینؓ کی قدر و منزلت کو محسوس کرتا اور اُس کی قدرتوں کا تصور کر کے محوِ حیرت ہو جاتا کہ اس شدید البطش نے کتنی جلدی اس رئیس کو پکڑا اور اس کا سینہ جلا دیا ؎

میرے دل کی آگ نے آخر دکھایا یہ اثر

چند متفرق افضال باری تعالیٰ کا ذکر

1918ء میں کپتان پارس افسر بنے اور اس افسر نے یونٹ کی مخفی کتاب میں تحریر کیا کہ اگر کبھی بابو فضل احمد اور یونٹ میں اختلاف پڑ جائے تو میں پُرزور سفارش کرتا ہوں کہ فضل احمد کی بات پر کمان افسر عمل کرے کیونکہ یہ بہت دیانتدار اور سچا آدمی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اُن کے بعد جب کپتان ڈیمبٹر آ گئے تو میری غیر حاضری میں بعض ہندوستانی افسران نے اُن کو کہا کہ آپ کی کور کا کمان افسر تو دراصل بابو فضل احمد ہی ہے جو یہاں کا ہیڈ کلرک ہے۔ اُس نے جوش میں آ کر کہا کہ ہم اسے دیکھیں گے اور وہ ہمارے زمانہ میں نہ رہ سکے گا۔ لیکن جب وہ کسی دوسرے افسر کو ملنے جلال آباد گیا تو اُس افسر نے کپتان ڈیمبٹر کو یونٹ کا چارج لینے پر مبارکباد دی اور کہا کہ وہاں ایک بابو فضل احمد نامی ہے اور کہا کہ تم اُس کی بات ماننا کرنا اور اُس کے خلاف کسی کی شکایت نہ سننا۔ وہ حیران ہوا۔ چند دن بعد راولپنڈی آیا تو ہماری یونٹ کے سرداروں کے متعلق میری رائے پوچھی۔ مجھے علم تھا کہ وہ کہہ چکا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فضل احمد نہیں رہے گا اور اب وہی افسر پوچھ رہا ہے کہ انڈین افسروں کے متعلق اپنی رائے بیان کروں۔ پہلے تو میں خوفزدہ ہوا مگر اُس کے اصرار پر میں نے اپنی رائے بیان کی تو اُس نے بہت خوش ہو کر کہا کہ آپ ہمارے زمانہ میں بھی ویسے ہی معزز رہیں گے جیسے پہلے افسران کے زمانہ میں رہے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کے اس کام پر ابھی حیران ہی تھا کہ اس افسر نے واپس جا کر اپنے پاس مجھے بلانا چاہا اور میں نے روزانہ کی تلاوت میں ایک روز سورۃ فتح پڑھی اور جب پڑھا اِنّا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔ تو میرے دل میں گزرا کہ کوئی انعام

الٰہی نازل ہوگا۔ تلاوت سے فارغ ہوا تھا کہ تار کے ذریعہ میرے نام اُس کا حکم آیا کہ میں کچا گڑھی (نزد پشاور) پہنچوں۔ میں وہاں پہنچا تو افسر مذکور کو جلال آباد آنے کا حکم آ گیا۔ اسی جگہ پر ہمارے یونٹ کا قیام تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ لڑائی سے ڈر کر بعض بار گیر بھاگ گئے اور اپنے مالکوں کے اونٹ چھوڑ گئے (اونٹوں کے مالک سردار اور ان کے ملازم بار گیر کہلاتے تھے۔) چونکہ وہ لڑائی کے دن تھے۔ کمان افسر نے مالکان شطران کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے فرار کردہ بار گیروں کی جگہ اور بار گیر بھیجیں۔ مگر کوئی نہ آیا اور نہ مالکان نے جواب ہی دیا۔ اس پر کمان افسر نے ناراض ہو کر اُن کے اونٹ فروخت کر دئے اور اپنے ماتحتوں کو دیدیئے۔ اس کمان افسر نے میرے نام پر دو اسامیاں (چھ اونٹ) لکھ دیئے۔ اور اسی طرح دیگر عہدیداران مثلاً انڈین افسروں وغیرہ کے نام پر اونٹوں کا اندراج کر دیا۔ جس سے مجھے قریباً دو ہزار روپیہ مفت میں مل گیا۔

پھر لیفٹیننٹ اینڈرسن تبدیل ہو کر آئے ان کا زمانہ میرے لئے بڑی عزت اور حکومت کا تھا۔ 1920ء میں میجر براٹسن آئے، سنا گیا کہ یہ بڑا سخت افسر ہے۔ میں ان دنوں مری میں تھا۔ اُس کی تار آئی کہ اپنا دفتر نیچے لاؤ۔ چنانچہ میں راولپنڈی میں آیا اور ان سے ملا۔ افسر مذکور کو خدا نے ایسا موم کر دیا جیسے کوئی مرید ہوتا ہے۔ اور ہر بات مانتا ہے۔

1933ء میں میرا تبادلہ ڈیرہ اسماعیل خان ہو گیا اور گرمیوں میں رزمک جانا پڑا۔ یہ زمانہ میرے لئے پریشانی کا تھا اور میری توجہ دعاؤں کی طرف تھی۔ ہم ایک خیمہ میں سات آٹھ کلرک رہتے تھے۔ اُن میں سے ایک ہندو کلرک متاثر ہو کر مجھے بار بار نماز پڑھتے دیکھتا تو بے اختیار ہو کر کہتا کہ یہ شخص تو دنیا سے منہ پھیر کر عبادت میں ہی مصروف رہتا ہے، کاش ہم ہندو کلرک بھی ایسے ہی ہوتے۔

اس زمانہ میں لیفٹیننٹ نذیر احمد بھی وہاں تھے اور نئے نئے لیفٹیننٹ ہو کر گورا فوج میں کمانڈر دستہ مقرر ہوئے تھے اور ہر فرصت کے موقعہ پر ورزش جسمانی ہی کرتے رہتے تھے۔ مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ میں اُن کی سفارش خان بہادر محمد دلاور خان صاحب کے پاس کروں تا کہ انہیں وہ اپنے محکمہ میں لے لیں۔ خان بہادر صاحب اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ بھی انہی دنوں رزمک میں تھے۔ یہ بالکل پیغامی خیال کے تھے۔ میری ان کے ساتھ اکثر بحث ہوتی رہتی تھی، مگر دل کے بہت نرم اور حد درجہ کے شریف الطبع تھے۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ کے ذکر پر باتیں تو کرتے رہتے مگر مخالف شان کبھی کوئی بات نہ کرتے۔ ایک احمدی بھائی ملک الطاف خان صاحب محلہ دارالفضل قادیان میں رہتے تھے ان کے بہت مداح تھے اور ان کے الہامات کا بھی اکثر ذکر کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ خدا نے ان کو پھر جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ (حضرت ملک محمد الطاف خان صاحبؓ مدفون بہشتی مقبرہ قادیان)۔

خلیفہ وقت کی اطاعت اور اس کی برکت

1923ء میں مجھے تنخواہ گورنمنٹ سے 75 روپے اور یونٹ سے الاؤنس ڈیڑھ سو روپیہ گویا کُل سوا دوصد روپے ماہوار ملتے تھے۔ ملٹری آڈٹ نے یہ سوال اٹھایا کہ سرکاری ملازمین کو دو جانب سے تنخواہ نہیں مل سکتی۔ پھر حکومت ہند نے بھی فیصلہ کر دیا کہ صرف تنخواہ ملا کرے گی اور الاؤنس نہیں دیا جائے گا۔ اس طرح مجھے سوا دوصد کی بجائے صرف پچھتر روپے ملنے لگے۔ چونکہ مجھے سب سے زیادہ الاؤنس ملا کرتا تھا اس لئے مجھے نقصان بھی سب سے زیادہ پہنچا۔ خاکسار نے ہرچند چاہا کہ ملازمت چھوڑ کر تجارت شروع کردوں اور استعفیٰ دیدوں مگر امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ملازمت ہی کرتے رہو۔ گو اُس وقت اس کا مجھے سخت صدمہ ہوا کیونکہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں اس حالت میں تھوڑی تنخواہ پر کام کروں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کے کلام میں برکت رکھتا ہے۔ یہ اُس کا اثر اور حضور کا احسان ہے کہ مجھے 1936ء سے پنشن مل رہی ہے۔ الحمدللہ

خلافت کی برکات اور احیائے نو کا نشان

حضرت شیخ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ 1929ء میں کوئٹہ میں قیام کے دوران نمونیہ کی وجہ سے مجھے ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ میری زندگی کی اُمید منقطع ہو گئی تھی، مگر حضرت خلیفہ ثانیؓ کی دعا اور توجہ سے دوبارہ زندگی پائی اور حضورؓ کی توجہ سے ہی جماعت نے میری بے حد خدمت کی۔ تین احمدی ڈاکٹر اور کئی احباب میری دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔ وہ رات کو باری باری کئی گھنٹے میرے جسم کو دباتے رہتے اور تمام رات اسی خدمت میں گزار دیتے اور ساتھ ہی اپنے گھروں کے کام بھی کرتے اور اپنے دفتر میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ فجزا ھم اللّٰہ احسن الجزاء۔ ایک غیر احمدی نے جب یہ نظارہ دیکھا تو سمجھا کہ یہ سب میرے رشتہ دار ہیں اور یہ معلوم کر کے حیران رہ گیا کہ یہ سب اخوت اسلام اور احمدیت کی برکت ہے۔ بحالی صحت پر جب میں نے حضرت خلیفہ ثانیؓ کی خدمت میں حالات لکھے اور احباب کے ایثار اور قربانی سے اطلاع دی تو حضورؓ نے جماعت کو مبارکباد کا خط لکھا۔

جماعت احمدیہ لاہور کا سیکرٹری تبلیغ

1930ء کے غالباً جون میں کوئٹہ سے میری تبدیلی لاہور چھاؤنی میں ہو گئی۔ لاہور میں مجھے سیکرٹری تبلیغ منتخب کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی صدارت میں یہ انتخاب ہوا اور محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے امیر جماعت لاہور مقرر ہوئے۔ انہی ایام میں مکرم عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم اور مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری لاہور تشریف لا کر مباحثات کیا کرتے تھے۔ بہت کام اُن دنوں معزز احباب نے کیا اور میرے زمانہ سیکرٹری شپ میں لاہور میں اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے خوب تبلیغ ہوئی۔

خدا تعالیٰ کی غیر معمولی مدد

گو عادتاً بھی مَیں حضرت خلیفہ ثانیؓ کے حضور دعا کے لئے لکھتا رہتا تھا لیکن ایک خاص معاملہ میں جب دعا کے لئے لکھا تو اُس کی قبولیت کا نظارہ بھی دیکھا۔

اگست 1931ء میں میری زوجہ ثانیہ بیمار ہو گئیں تو ہمارے کمانڈنٹ کرنل رائس نے میرے مطالبہ پر سپرنٹنڈنٹ لیڈی رَیچسن اسپتال کے نام پُرزور سرکاری چٹھی لکھی کہ وہ ان کا علاج توجہ سے کریں۔ لیکن ساتھ ہی کرنل رائس نے یہ بھی مجھے بتایا کہ وہ سپرنٹنڈنٹ سے واقف نہیں ہے۔ لیکن جب مَیں نے لیڈی ڈاکٹر فیل

انچارج شفاخانہ کو چٹھی دی تو وہ کہنے لگیں کہ کرنل صاحب تو میرے بڑے دوست ہیں اور اُنہیں شاید علم نہیں ہے کہ میں ایک ہفتہ پہلے ہی انچارج ہو کر لاہور آ گئی ہوں۔ اُسی وقت لیڈی ڈاکٹر نے جواباً چٹھی لکھ کر مجھے دی کہ میں توجہ سے علاج کروں گی اور اپنے لاہور آنے کا بھی اس میں ذکر کیا اور مجھے ہر طرح سے تسلی دی۔

یہ اتنی بارُعب لیڈی ڈاکٹر تھی کہ کسی کو شفاخانہ کے احاطہ کے اندر آنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ مگر بخلاف عادت میرے لئے ملازموں کو حکم دیا ہوا تھا کہ اِن کو اور ان کے بچوں کو ہر وقت اندر آنے کی اجازت ہے۔ انہوں نے نہ صرف میری بیوی کا علاج ہر طرح مہربانی اور محبت سے کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ایسا ہوا کہ ان ہی دنوں میں بعض احمدیوں کو لیڈی موصوفہ کے پاس لے جاتا تو بڑی توجہ کرتیں، فیس نہ لیتیں اور ہر طرح امداد کرتیں۔ حالانکہ دوسروں پر اُن کی سختی کا یہ عالم تھا کہ لوگ احاطہ شفاخانہ سے باہر کھڑے رہتے اور دس روپے فیس اُن کو بھیج دیتے۔ بڑی دیر کے بعد وہ اپنے اردلی کے ذریعہ مریض کو بلواتیں۔ جبکہ مَیں دو چار بار کسی مریضہ کے ساتھ گیا تو موصوفہ نے کہا کہ آپ خود نہ آیا کریں، خود آنے میں تکلیف ہوتی ہے، اپنا رقعہ مریضہ کو دیدیا کریں مَیں آپ کے مریض کو دیکھ لیا کروں گی۔ اور حقیقتاً موصوفہ نے ایسا ہی کیا۔

ایک شام جب میں گھر کو آنے لگا جو احمدیہ مسجد بیرون دلّی دروازہ کے قریب تھا تو معلوم ہوا کہ مولوی تاج دین صاحب (سابق ناظم دارالقضاء ربوہ) اپنی اہلیہ کو جو سخت بیمار ہیں لائے ہوئے ہیں۔ استحاضہ کی وجہ سے مسجد کے ایک حصہ میں خون ہی خون نظر آتا تھا۔ میں گھبرا گیا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ایک چارپائی پر مریضہ کو لٹا کر اسی وقت ہسپتال لے گئے۔ مریضہ کی حالت سخت نازک تھی۔ اتوار کے روز لیڈی ڈاکٹر ہسپتال نہ آتی تھی۔ اس کی نائب انگریز لیڈی نے کہا کہ اتوار کو ہم کسی مریض کو داخل نہیں کرتے مگر آپ کا لحاظ ہے، ہم مریضہ کو داخل تو نہیں کرتے مگر رات بھر اس کی دیکھ بھال کریں گے، کل لیڈی ڈاکٹر آئے گی تو مزید کارروائی ہوگی۔ رات بھر مولوی صاحب اور ہم سب فکرمند رہے۔ مگر دوسری صبح لیڈی ڈاکٹر نے میرا نام سن کر مریضہ کو داخل کر لیا اور خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان سے مریضہ صحت یاب ہو گئیں۔

ایک روز حضرت قریشی محمد حسین صاحبؓ (امیر جماعت لاہور) نے مجھے کہا کہ سنا ہے کہ یہ لیڈی ڈاکٹر آپ کی سفارش پر بہت توجہ کرتی ہے۔ میری بہو بیمار ہے۔ سو میں نے سفارش کرتے ہوئے لکھا کہ مریضہ امیر عورت ہے اس سے فیس لے لیں۔ لیڈی ڈاکٹر نے ایسا ہی کیا اور مریضہ کا علاج کیا۔

جب لیڈی ڈاکٹر فیل واپس ولایت جانے لگیں تو میں نے "اسلامی اصول کی فلاسفی" (انگریزی) اور شاید کوئی اَور کتاب بھی اُن کو تحفۃً پیش کی اور ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا کہ آپ نے میری بڑی امداد فرمائی اور میری درخواستوں پر مریضوں پر رحم کیا۔ اُنہوں نے شکریہ کے ساتھ لٹریچر قبول کیا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں کی برکت تھی۔

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
وگرنہ من آنم کہ منؔ دانم

بعد پنشن خدماتِ سلسلہ اور رزقِ غیب کا سامان

حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ غالباً اواخر 1934ء میں مجھے پھر لاہور چھاؤنی تبدیل کر دیا گیا۔ بار بار کے تبادلوں سے میری طبیعت اکتا گئی تھی اور میں چاہتا تھا کہ کسی طرح مجھے پنشن مل جائے اور مَیں بقیہ زندگی قادیان میں گزاروں۔ سو اللہ تعالیٰ نے میری خواہش پوری کر دی اور میں طبی لحاظ سے ناقابل ملازمت قرار دیا گیا۔ اور پھر غالباً ستمبر 1935ء میں قبل سبکدوشی، طویل رخصت پر لاہور چھاؤنی سے اپنے گھر قادیان آ گیا۔ یہاں میں نے کمرہ بند کر کے دعا مانگی کہ الٰہی! تُو مجھے اپنے رحم خاص سے میری خواہش کے مطابق قادیان لے آیا ہے۔ اب ایک اَور نظر رحم کر کہ مجھے کسی کے در پر رزق اور ملازمت وغیرہ کے لئے جانا نہ پڑے حتّٰی کہ خلیفہ کے در پر بھی نہ لے جائیو اور اپنے فضل سے ہی میرے رزق کے سامان کریو۔ دعا کے بعد میں نے کمرہ کا دروازہ کھولا تو ایک احمدی بھائی کو کھڑے پایا جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی چٹھی لائے تھے جس میں مرقوم تھا کہ آپ مجھے کسی وقت آ کر ملیں۔ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ یہ قبولیت دعا کا نشان ہے۔ ملاقات میں حضرت میاں صاحبؓ نے فرمایا کہ میں احمد آباد سینڈیکیٹ کا سیکرٹری ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے دفتر میں کام کریں۔ میں نے خوشی اور شکریہ کے ساتھ تعمیل ارشاد کی۔ مجھے علاوہ پنشن تیس روپے ماہوار الاؤنس ملنے لگا۔ نیز مجھے احمدیہ سٹور کا مینجر مقرر کیا گیا اور پندرہ روپے الاؤنس مقرر ہوا۔ اور مجھے اتنی ہی آمدنی ہونے لگی۔ جتنی پنشن سے پہلے تھی۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے دعا سن کر میری دستگیری فرمائی۔

میرا مشاہدہ ہے کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نہایت باریکی سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارنے والے تھے۔ آپؓ نے اگر کبھی ایک لفافہ بھی ذاتی طور پر کسی کے نام لکھا تو اپنے پاس سے اُس کا ڈاک خرچ دیا اور اپنا حساب اتنا پاک صاف رکھا کہ مجھے اس پاکیزگی کا علم ہو کر بے حد خوشی ہوئی۔

فروری 1941ء میں محترم مرزا محمد شفیع صاحبؓ محاسب صدر انجمن احمدیہ نے بطور نگران افسر امانت مجھے لگانا چاہا۔ 1942ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجھے علاقہ ناگپور میں پنڈھورنا کے مقام پر بھجوا دیا۔ چونکہ مَیں سندھ کی زمینوں کے انتظام میں کام کر رہا تھا جہاں روئی کی جنس میں سے بنولہ الگ کر کے گانٹھیں بنانے کا کام صرف ایک ہندو کی فیکٹری میں کروانا پڑتا تھا۔ چنانچہ حضورؓ نے سوچا کہ کیوں نہ کنزی فیکٹری میں جماعت کی اپنی ایسی مشین لگا لی جائے۔ اِس بارہ میں مختلف جگہوں سے کاغذات منگوائے گئے اور حضورؓ نے مجھے ہدایات دے کر ناگپور بھجوایا۔ یہاں سے ایک مشین خرید کر مَیں نے اُس کے پرزے لکڑی کے بکسوں میں پیک کر کے کنزی فیکٹری میں لا کر اُس کی فٹنگ کروائی۔ اس کام کے تجربہ کار آدمی بھی تلاش کئے۔ اس پر حضورؓ کی خوشنودی بھی حاصل ہوئی اور بعد میں اس مشین سے روئی کی گانٹھیں بنا کر بیرون پاکستان بھجوانے سے زرمبادلہ کمانے کا یہ نہایت مؤثر ذریعہ بھی بن گیا۔ بعدازاں حضورؓ نے بیرونی ممالک سے تجارت کے لئے ایک فرم ایشو افریقن بھی قائم فرمائی۔

1950ء میں مجھے افسر امانت بنا دیا گیا۔ لیکن چونکہ آنکھوں میں موتیا بند اتر رہا تھا اس لئے 1950ء میں ہی درخواست دے کر میں نے فراغت حاصل کر لی اور چنیوٹ میں خانہ نشین ہو گیا۔ پھر اکتوبر 1956ء میں ایک آنکھ کا اور اپریل 1959ء میں دوسری آنکھ کا لاہور میں آپریشن کروایا۔ ہر دو مواقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی دعا کی اور نصف صد روپیہ کی امداد بھی کی۔ سو بحمد للہ آپریشن کامیاب ہوئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی قبولیتِ دعا

☆ 1935ء میں مجھے احمدیہ سٹور قادیان کا مینجر بنایا گیا تھا۔ اور مجھے یہ توفیق ملی کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی زیر ہدایت میں نے سٹور کے مکانات و دوکانات کی نیلامی کا بندوبست کیا۔ اُس وقت عام خیال یہ تھا کہ احمدیہ سٹور کی اراضی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے ہی خریدی گئی تھی۔ جب ہم 1947ء کے انقلاب کے بعد ربوہ آئے اور الاٹمنٹ وغیرہ کی قیمتوں کا سرکار سے مطالبہ کیا گیا تو میں نے تمام خریدارانِ اراضیات دوکانات و مکانات کو بحیثیت مینجر تصدیق دی تھی۔ اس میں ایک ٹکڑا اراضی میرے ایک لڑکے کے نام پر میں نے خریدا ہوا تھا۔

جب میرا مطالبہ پیش ہونے کا وقت آیا تو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اراضیات کے ریکارڈ سے یہ پتہ نہیں لگتا تھا کہ سٹور کی اراضی اس خاندان سے خریدی گئی تھی۔ میں سخت حیران ہوا کیونکہ مجھے یہ خوف دامن گیر ہوا کہ افسر متعلقہ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ بطور مینجر احمدیہ سٹور یہ اراضی کس سے خریدی تھی تو میں کیا جواب دوں گا۔ اور ثبوت نہ دے سکوں گا تو وہ مجھ پر مقدمہ بنا دے گا کہ یہ خود اپنی ملکیت ثابت نہیں کر سکتا، اس لئے یہ اراضی کسی غیر کی تو نہ تھی جو اس نے نیلام کر دی۔ میں نے جب اس معاملہ کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے سامنے رکھا اور عرض کیا کہ مجھے اپنی رقم کا تو فکر نہیں، فکر اس امر کا ہے کہ کہیں مجھ پر مقدمہ نہ بن جائے۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور مجھے اس غم سے عزت کے ساتھ خلاصی بخشے۔ آپؓ نے دعا کا وعدہ فرمایا اور میں احمدیہ سٹور کے کاغذات لے کر جھنگ چلا گیا۔

افسر نے حالات سن کر ابھی یہ سوال کرنا ہی تھا کہ صدر انجمن احمدیہ کا ریکارڈ پیش کریں کہ اتفاق حسنہ سے بحیثیت مینجر احمدیہ سٹور، میری کاپی اُسے پیش کی گئی۔ اور اُس نے بغیر پس وپیش کے اسے درست تسلیم کرتے ہوئے مجھے گیارہ صد روپیہ کی ڈگری دیدی۔ جس وقت وہ افسر حکم لکھ رہا تھا میں محو حیرت تھا کہ اگر اس نے صفحہ اُلٹ کر دیکھا اور بحیثیت مینجر میرے دستخط اور مہر کو دیکھا تو ممکن ہے اس کے دل میں خیال آئے کہ اصل مالک سے ملکیت کا ثبوت مہیا کیا جائے مگر تصرّفِ الٰہی نے ایسا کرنے سے اُسے روکے رکھا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ربوہ آکر جب میں نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو یہ واقعہ سنایا تو آپؓ نے نہایت خوشی سے فرمایا کہ آپ کے ساتھ وہی معاملہ ہوا جو حضرت مسیح موعودؑ کو پیش آیا تھا، جب مرزا امام دین صاحب نے مسجد مبارک کے سامنے دیوار بنا دی تھی اور الہام ہوا تھا کہ چکی چلی اور فتح ہوئی۔

☆ 1952ء میں خاکسار نے ارادہ کیا کہ جو اراضی دو قطعے مجھے دارالرحمت شرقی میں میری خرید کردہ ہے اس پر مکان تعمیر کروں۔ لیکن اس قدر روپیہ نہ تھا۔ سو ارادہ کیا کہ ایک قطعہ فروخت کر دوں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی خدمت میں مَیں نے اس کا ذکر کیا۔ آپ کے دریافت فرمانے پر میں نے عرض کیا کہ اس ایک کنال کے قطعہ کی قیمت اٹھارہ صد روپیہ کے قریب مجھے مطلوب ہے۔ فرمایا: یہ تو زیادہ ہے۔ عرض کیا کہ دعا کریں کہ مجھے اتنی رقم مل جائے۔ آپؓ نے قطعہ دیکھ کر دعا کا وعدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے چند روز میں پونے انیس سو روپیہ میں اس کی فروخت کا سامان کر دیا جس سے مجھے مکان کی تعمیر کی توفیق عطا کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

قادیان سے ہجرت اور جماعتی اموال کی الٰہی حفاظت

تقسیم برصغیر کے نتیجہ میں کیسے ہولناک مصائب کا سامنا ہوا اور حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت کیسے ایک قلیل تعداد اور اموال والی جماعت کے نفوس و اموال کی حفاظت کا باعث بنی۔ حضرت شیخ صاحبؓ نے اِس حوالہ سے جو واقعات بیان فرمائے ہیں وہ خود آپؓ کی سیرۃ پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں:

اگست 1947ء میں تقسیم ملک ہوئی۔ اور قادیان سے نکلنے کا سامان ہونے لگا۔ یہ بڑی مصیبت کے دن تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر اپنی رحمت کے مرہم کا پھاہا رکھا۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ لاہور تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو (جو قادیان میں بحیثیت امیر تمام امور کے منتظم تھے) پیغامات بھیجے کہ قادیان میں جو لوگوں کی امانتیں ہیں وہ لاہور بھجوائی جائیں۔ اس پر حضرت ممدوح نے مجھے حکم دیا کہ مَیں وہ امانتیں لاہور لے جاؤں۔ اُن دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لاہور سے ٹرک بھجوایا کرتے تھے۔ جن میں قادیان کی مستورات اور بچے لاہور جاتے تھے۔ مگر اُن ٹرکوں میں لاہور جانا کارِ دارد والا معاملہ تھا۔ قادیان کے غیر احمدی لوگ بڑا بڑا کرایہ دے کر ٹرک والوں سے جگہ لے لیتے تھے اور بہت سے احمدی جگہ نہ پا کر واپس آجاتے تھے۔ یہی حالت میری تھی۔ میں صبح کو امانتوں کے ٹرنک دفتر سے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی کوٹھی پر لاتا۔ جگہ نہ ملتی تو شام کو واپس خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں لے جاتا۔ یہ دن نہایت پریشانی میں گزارے اور کسی کو ہمراز بھی نہ بنا سکتا تھا۔

قادیان سے جانے والوں کے لئے حضرت میاں صاحبؓ کی کوٹھی کے صحن میں مرکز بنایا گیا تھا۔ جماعتی نظام کے تحت لاہور سے آکر ٹرک وہاں کھڑے ہوتے تھے اور جماعت کے پرمٹ پر لوگوں کو اُن میں جگہ دی جاتی تھی تا کہ عورتوں اور بچوں کو پہلے بھجوایا جا سکے۔

احمدیوں کے انخلاء کے ساتھ ساتھ احمدیہ بازار کی دکانوں پر مخالفین قبضہ کرتے چلے جا رہے تھے۔ ان حالات میں مجھے 19 ستمبر کو اطلاع ملی کہ ریسرچ انسٹیٹیوٹ کا سامان لانے کے لئے لاہور سے بسیں روانہ کی گئی ہیں، امانتوں کے ساتھ اُن میں روانہ ہونے کے لئے مَیں بھی تیار رہوں۔ اس لئے ایک دن پہلے میں امانت کے ٹرنک (واپس دفتر لے جانے کی بجائے) حضرت میاں صاحبؓ کی کوٹھی سے اپنے گھر میں لے آیا جو پاس ہی تھا۔ ساری رات دعا میں مصروف رہا۔

20ستمبر کو مجھے جگہ مل گئی اور میں یہ ٹرنک لے کر قادیان سے روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب حکمت ظاہر ہوئی کہ ریسرچ کی لائبریری کے ٹرنک بھی ہو بہو امانت کے ٹرنکوں کے سائز اور رنگ کے تھے۔ یہ خاص مشیئت ایزدی تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دعاؤں کا عجیب نشان۔

جب ہم قادیان سے ایک میل باہر آئے تو اس چھ بسوں والے قافلہ کو روک لیا گیا۔ اور سامان اور ٹرنک وغیرہ چیک ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ اتنے میں میاں روشن دین صاحب زرگر میرے پاس آئے اور منت سماجت سے کہنے لگے کہ میرا یہ پارسل لاہور لے جائیں۔ اس میں سونے کی تین سلاخیں ہیں۔ میں نے مان لیا اور ان کا پارسل اپنے کیش بکس میں رکھ لیا۔ اتنے میں ایک ڈوگرہ لیفٹیننٹ آ گیا اور سامان چیک کرنے لگا۔ اس نے مجھے پوچھا کہ اس کیش بکس میں کیا رکھا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے یہ کہہ کر پارسل بطور امانت دیا ہے کہ اس میں تین سلاخیں سونے کی ہیں۔ اُس نے پارسل کھولا اور سونے کی سلاخیں اپنے ہاتھ پر رکھ کر کچھ دیر سوچا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہا یہ دیکھ لیں مَیں آپ کی سونے کی سلاخیں آپ کو واپس دے رہا ہوں۔ اور پھر بس کے اندر دوسرے سامان کو چیک کرنے لگا۔ اس میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے جستی ٹرنک اور بڑے بڑے صندوق تھے۔ ان میں کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ وہ جس صندوق کو کھولتا اوپر سے نیچے تک چیک کرتا کہ کتابوں کے علاوہ کوئی اور چیز اسلحہ وغیرہ تو نہیں۔ جب وہ دو تین ٹرنک دیکھ چکا اور اس کو اطمینان ہو گیا تو میری طرف آیا اور جہاں میرے والے امانتوں کے جستی ٹرنک رکھے تھے، اُن کو دیکھ کر از خود ہی کہنے لگا کہ یہ بھی ریسرچ کا ہی سامان ہے۔ اور پھر اس نے قافلے کو جانے کی اجازت دیدی۔

بسیں روانہ ہوئیں تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ کیونکہ میرے ساتھ جو امانت کے ٹرنک جا رہے تھے ان میں لاکھوں روپے کی ڈبیاں اور پارسل تھے۔ کسی کے زر و جواہر، کسی کے زیوارات، کسی میں پاؤنڈ وغیرہ وغیرہ۔ واللہ اعلم کیا کچھ نہ تھا۔ اور اگر اس افسر کو شبہ بھی ہو جاتا کہ ان ٹرنکوں میں لاکھوں کا مال ہے تو وہ ضرور روک لیتا اور ٹرنک کھلواتا اور اندر سے ہر ایک ڈبہ کھولتا۔ تو خدا جانے وہ لالچ میں آکر کیا کچھ کہتا کہ ہم جانے نہیں دیں گے۔ یا بھارت سرکار کو رپورٹ ہوگی، اگر سرکار نے اجازت دی تو یہ مال جائے گا ورنہ نہیں۔ یہ ایسی مصیبت تھی جس کے تصوّر سے ہی میری جان پر بن جاتی تھی کہ کسی کو میری بات کا یقین کیسے آئے گا کہ یہ مال فلاں نے لے لیا ہے۔ نہ مجھے کوئی رسید دی جائے گی نہ کوئی اَور صورت اطمینان کی ہوگی۔ مگر میں اپنے خدا پر قربان جاؤں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی توجہ سے یہ مشکل یوں حل ہوئی کہ فوجی افسر نے بغیر دیکھے ہی یہ سمجھ لیا کہ یہ بھی ریسرچ کا سامان ہے۔ اور چونکہ وہ ریسرچ کے ٹرنک دیکھ کر اطمینان کر چکا تھا کہ ان میں کتابیں ہیں اور کچھ نہیں اس لئے اس نے یہی گمان کیا کہ ان میں بھی کتابیں ہیں۔

یہ کس قسم کا زمانہ تھا اور کیسی مصیبت کا وقت تھا۔ جن لوگوں نے وہ مصیبت نہیں دیکھی وہ اس کا قیاس بھی نہیں کر سکتے۔ اور میں نے چونکہ یہ نظارے دیکھے تھے اس لئے میرے دل پر یہی اثر ہوا کہ محض خدا تعالیٰ کا فضل و رحم تھا جو حضرت خلیفہ ثانی کی توجہ اور دعاؤں سے مجھ پر ہوا۔ کیونکہ حضورؓ چاہتے تھے کہ امانتیں لاہور پہنچ جائیں اور اس پر زور دیتے تھے۔ جیسا کہ میں نے سنا ہے یہ کہتے ہوئے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ امانتیں جلد مدینہ بھجوائی جائیں۔ یہ تڑپ تھی جو احمدیوں کا مال بچا کر لانے کا ذریعہ بن گئی ورنہ بظاہر مجھے کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

جب ہمارا قافلہ موضع تتلے کی نہر کے قریب پہنچا تو بس کے کلینر نے شور کرنا شروع کر دیا کہ سر نیچے کرو، سامنے سکھ بندوقیں لے کر مورچیں بنائے بیٹھے ہیں۔ قریب ہے کہ قافلہ پر حملہ کر دیں۔

بسیں جب پل سے پار ہوئیں تو قافلہ کے انچارج حوالدار نے حکم دیا کہ بسیں اسی جگہ ٹھہر جائیں۔ اس نے اتر کر اپنی برین گن سیٹ کی۔ اسی طرح اس کے ایک ماتحت نے بھی۔ سکھوں نے جو کھیتوں کی منڈیروں کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک قسم کا مورچہ بنائے ہوئے تھے۔ گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے بچا لیا۔ قافلہ کے کسی فرد پر نہ لگیں۔ اور حوالدار اور اس کے ساتھی نے فائر کرنے شروع کئے۔ کہا جاتا تھا کہ تیس بتیس سکھ مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔ واللہ اعلم۔ غرض قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ اور کچھ دُور ہی گیا تھا کہ سامنے سے سکھوں یا ڈوگروں کی فوج کے ایک افسر جیپ میں آ رہے تھے۔ ہمیں خیال آیا کہ جب وہ سکھوں کی لاشیں دیکھیں گے تو ہمارے قافلہ کا تعاقب کر کے ہمیں روک لیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ نے رحم کیا اور ہم بٹالہ پہنچ گئے۔ وہاں سڑک پر دیکھا کہ ایک ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اور اس میں سینکڑوں قرآن شریف پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے وہاں سے چند قرآن شریف اٹھا لئے۔ پھر بٹالہ میں قافلہ کو روکا گیا۔ بڑی دیر میں چلنے کی اجازت ملی۔ ہم نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور روانہ ہوئے۔ امرتسر پہنچے تو وہاں بڑی دیر لگی۔ وہاں سے چلے تو راستہ میں چھ بسوں میں سے ایک بس خراب ہوگئی۔ غرض خدا خدا کر کے لاہور بارڈر پر پہنچے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا جنت میں آ گئے ہیں۔ رات کے دس بجے ہم جودھامل بلڈنگ پہنچ گئے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

رات کے دس بجے ہم جودھامل بلڈنگ پہنچے اور میں نے حضورؓ کی خدمت میں (رتن باغ) اطلاع دی کہ مَیں امانتوں کے بکس لے کر پہنچ گیا ہوں۔ دفتر کے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ حضورؓ بہت ہی فکرمند تھے اور برآمدہ میں دعائیں کرتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ اُنہی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے تمام رکاوٹوں کو دُور کر کے بخیریت پہنچا دیا۔ الحمدللہ۔

پاکستان پہنچ کر میاں روشن دین صاحب زرگر کو اُن کی امانت (سونے کی تین سلاخیں) دیں تو وہ بے حد ممنون ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اُن سلاخوں میں سے ایک مَیں رکھ لوں۔ لیکن مَیں نے یہ بات نہیں مانی۔

چنیوٹ کی امارت

حضرت شیخ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ چنیوٹ میں قیام پر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ مجھے متفقہ طور پر امیر جماعت منتخب کر لیا گیا۔ (الفضل 5 اگست 1950ء، ص 5)

چونکہ مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا کہ چنیوٹ جیسی جگہ میں جہاں مجھ سے بدرجہا بہتر، لائق اور قابل احمدی احباب موجود ہیں مجھے امیر بنایا جائے گا۔ اس لئے مجھے حیرت

پر حیرت ہوئی۔ اور میں نے دعا مانگی کہ اے الٰہی! تجھے علم ہے کہ میں نے اس امارت کی خواہش نہیں کی، یہ تیری تقدیر کے ماتحت ہوا ہے۔ مگر میں عرض کرتا ہوں کہ اگر اس کا نتیجہ میری ذلّت اور گناہوں کی سزا ہے تو تیری صفات کا واسطہ دیتا ہوں کہ رحم فرما اور مجھے اس ذلّت سے بچا اور میرے گناہ معاف فرما جن کی سزا مجھے ملنے لگی ہے۔ اور اگر یہ کام تیرے دین کی خدمت کا ذریعہ بنے گا تو تیرا احسان اور کرم ہے پھر میری مدد کر اور میرا معین ہو جا۔ سو الحمد للہ کہ 25 اکتوبر 1951ء تک میری مدد فرماتا رہا جس کے بعد میں ربوہ منتقل ہو گیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی قبولیتِ دعا سے احیائے نو کا نشان

قادیان میں ایک دفعہ حضرت شیخ صاحبؓ کو درد گردہ ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہومیو پیتھک دوائی ''پریرا بریوا'' استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس طرح تین پتھریاں خارج ہوئیں اور پھر یہ تکلیف کبھی نہ ہوئی۔ بعد ازاں درد گردہ کے بعض مریضوں کو حضورؓ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ فضل احمد صاحب کو ایک دوائی مَیں نے بتائی ہوئی ہے، اُن سے پوچھ لیں۔ دراصل یہ حضورؓ کی ذرّہ نوازی تھی تا کہ ایک شفایاب مریض سے مل کر وہ زیادہ مطمئن ہو جائیں ورنہ دوائی تو حضورؓ خود بھی بتا سکتے تھے۔ پھر ربوہ میں بھی حضرت شیخ صاحبؓ کو ایک بار پیشاب کی شدید تکلیف ہوئی تو اُس تکلیف سے شفایابی بھی اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور حضرت مصلح موعودؓ کی قبولیت دعا کا ہی نشان تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ''2 نومبر 1957ء کو بندشِ بول سے بیمار ہو کر کوئی ایک ماہ سے اوپر شدید بیمار رہا۔ ایک وقت مجھ پر ایسا بھی آیا کہ میری آنکھیں پتھرا گئیں اور نزع کی سی کیفیت وارد ہو گئی۔ چھت کی ایک کڑی پر میری نظر تھی لیکن بول نہ سکتا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور دوسرے بہت سے بزرگ میرے حق میں دعائیں کرتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا منشاء تھا کہ لاہور لے جا کر میو ہسپتال میں علاج کرایا جائے۔ اس پر پسرم عزیز محمد احمد سلّمہٗ نے عرض کی کہ بس کے اڈّہ تک لے جانے پر ہی ابا جی کی وفات ہو جائے گی''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت مصلح موعودؓ کی دعا کے طفیل حضرت شیخ صاحبؓ کو صحت کاملہ سے نوازا اور احیائے نو کا نشان آپؓ کی زندگی میں ایک مرتبہ پھر دکھایا۔ اس حوالہ سے آپؓ کی وفات پر آپؓ کے بیٹے محترم ملک محمد احمد صاحب نے اپنے مضمون (مطبوعہ روزنامہ ''الفضل'' ربوہ) میں بیان کیا کہ:

''بعض ڈاکٹر صاحبان نے اپنے اس خیال کا اظہار بھی کر دیا تھا کہ ایک دو دن سے زیادہ یہ زندہ نہیں رہ سکیں گے اور اب کسی علاج یا پرہیز کی ضرورت نہیں ہے۔ Bed Sour کی تکلیف بھی ہو گئی تھی۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے تحت تدبیر کے طور پر ہومیو پیتھک علاج شروع کر دیا گیا مگر آپؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر روپے پیسے انسان کو موت سے بچا سکیں تو بادشاہ کبھی نہ مریں اور اگر ڈاکٹر موت سے بچا سکتے ہوں تو وہ خود اور اُن کے خاندان کے لوگ کبھی نہ مریں۔ مگر یہ تقدیر، خدا تعالیٰ چاہے تو، دعا سے ٹل سکتی ہے۔

والد محترم (حضرت شیخ صاحبؓ) کو حضرت مولوی غلام رسول راجیکی صاحبؓ اور حضرت حافظ مختار احمد شاہجہانپوری صاحبؓ سے بڑی محبت تھی اور دوسرے کام چھوڑ کر بھی اِن بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ جب بیماری طول پکڑ گئی اور آثار نومیدی ظاہر ہونے لگے تو ایک دن آپؓ نے حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ مَیں نے حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؓ کی خواہش بیان کی تو وہ تشریف لے آئے۔ بیماری کی کیفیت کو سنا اور پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرتوں کے جلوے اور قبولیت دعا کے مضمون پر تقریر فرمائی اور اسی دوران نہایت بلند اور پُرشوکت آواز سے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کیا۔ اُس وقت حضرت مولانا صاحبؓ بے حس و حرکت جھکے ہوئے تھے، پگڑی چارپائی پر اور سوٹی زمین پر گر پڑی تھی۔ چند لمحوں بعد جب یہ کیفیت دُور ہوئی تو حضرت مولانا صاحبؓ نے فرمایا کہ مَیں نے کشف میں دیکھا ہے کہ فرشتے نُور کے پانی کی مشکیں بھر کر آپ (حضرت شیخ صاحبؓ) کو غسل دے رہے ہیں۔ اِس کی دو ہی تعبیریں ہیں اور دونوں مبارک۔ یا تو مرض ڈھل کر جسم سے نکل جائے گا اور صحت ہو جائے گی، یا پھر انجام بخیر ہو جائے گا۔......

والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز محترم میاں غلام محمد صاحب اختر عیادت کے لئے آئے۔ میری حالت بہت نازک تھی۔ میں نے چشم پُر آب ہو کر کہا کہ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوں تو میری طرف سے بعد السلام علیکم عرض کریں کہ بادشاہوں وغیرہ کے ہاں شادی وغیرہ خوشی کی تقریبات پر قیدی رہا کر دئے جاتے ہیں۔ حضورؓ کے خاندان میں بھی ایک ایسی ہی تقریب ہے۔ میں مرض کا اسیر ہوں۔ دعا کر کے مجھے مرض سے آزاد کرائیں۔ اختر صاحب نے بعد میں بتایا کہ جب میں نے یہ پیغام عرض کیا تو حضورؓ کے چہرے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضورؓ نے دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قبولیت دعا کا یہ نشان دکھایا کہ ایک ماہ سے زائد عرصہ سے آلہ کے ساتھ پیشاب خارج کیا جاتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد مجھے خیال آیا کہ خود پیشاب کر کے دیکھوں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب پیشاب خود ہی خارج ہو گیا۔ اور بعد ازاں باقاعدہ آنے لگا۔ فالحمد للہ علی ذٰلک۔ میرے دل پر غالب اثر ہے کہ یہ حضورؓ کی قبول دعا کا نشان تھا۔ جس میں دوسرے بزرگوں کی دعائیں بھی شامل تھیں''۔ (روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 5,6,8 اکتوبر 1967ء)

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت شیخ صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق ملتی رہی۔ آپؓ کے معیار اور تعہد سے ایک آریہ سماجی افسر بھی متعجب و متأثر ہوا۔ اس بارہ میں آپؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ڈیرہ اسمٰعیل خان میں جہاں میں متعین تھا ایک عجیب لطیفہ ہوا۔ ہمارا کرنل (جو انگریز تھا) رخصت یا پنشن پر ولایت جانے لگا تو اس کو پارٹی دینے کی تجویز کلرکوں نے کر کے فیصلہ کیا کہ چیف کلرک ہر ایک کلرک کی تنخواہ سے کچھ رقم کاٹ لے اور یہ ساری رقم جمع کر کے پارٹی کے اخراجات میں صرف کی جائے۔ اس کے مطابق ایک فہرست بنائی گئی اور ہر ایک کلرک سے اس کے سامنے رقم لکھ کر دستخط کرائے گئے۔ میرے نام پر جو رقم لکھی گئی تھی وہ اتنی زیادہ

تھی کہ میں اس کام کے لئے اس کو ادا کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ اس لئے میں نے اپنا نام کاٹ دیا۔ اس پر دفتر میں شور پڑ گیا۔ قریباً تمام کلرک اکٹھے ہو گئے۔ ان کو دیکھ کر چیف کلرک آیا۔ اس نے جب فہرست کٹی ہوئی دیکھی تو کہنے لگا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ میں نے کہا کہ آپ دیکھ رہے ہیں جو میں نے کیا ہے۔ کہنے لگا کہ آپ کرنل صاحب کو پارٹی نہیں دینا چاہتے۔ میں نے کہا میں اتنی رقم نہیں دے سکتا۔ کہنے لگا کیا آپ باقی کلرکوں کا ساتھ نہیں دیں گے؟ میں نے کہا یہ کوئی مذہبی بات نہیں جو مجھے مجبور کرے کہ میں ضرور دوں، کہنے لگا یہ بعد میں فیصلہ کریں گے، پہلے کرنل صاحب سے پارٹی کا وقت معلوم کرلیں۔ اُس کے پوچھنے پر کرنل صاحب نے کہا کہ پارٹی کے لئے میرے پاس کوئی وقت نہیں ہے۔ وہ لٹکا ہوا منہ لے کر واپس آ گیا۔ دفتر بند ہونے پر ہم گھروں کو روانہ ہو گئے مگر تمام کلرک میری اس جرأت پر تعجب کرتے تھے۔ بازار میں پہنچنے پر چیف کلرک نے مجھ سے پوچھا کہ اس قسم کی دلیری کی وجہ کیا ہے۔ میں نے کہا میں احمدی ہوں اور ہر ایک احمدی ماہوار چندہ دیتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے اخراجات پر غور کرتا ہے کہ کیا میرے چندہ پر تو اثر نہیں پڑے گا۔ میں نے بھی سوچا تو مجھے خیال آیا کہ یا میں چندہ نہ دوں یا گھر والوں کو مقررہ خرچ نہ دوں تب میں اتنی رقم جو آپ لوگ مانگتے ہیں، دے سکتا ہوں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ چندہ ضرور دینا ہوگا، آپ لوگ اگر ناراض ہو جاتے ہیں تو ہوں۔ چیف کلرک مجھ سے پوچھنے لگا کہ کتنا چندہ ماہوار تم دیا کرتے ہو۔ میں نے جب بتلایا تو تعجب سے کہنے لگا کہ میں تو اتنی رقم آریہ سماج کو (وہ آریہ تھا) سال بھر میں بھی نہیں دیتا جتنی آپ ایک ماہ میں دیتے ہیں۔ اور پھر کہا کہ اب مجھے سمجھ آئی کہ آپ لوگ اتنے دلیر کیوں ہیں۔ یہ کہہ کر اور اچھا اثر لے کر چلا گیا۔

☆ حضرت شیخ صاحبؓ مزید بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض انعامات بالکل اسی رنگ میں ملتے ہیں، جیسے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے

گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

منارۃ المسیح کی تعمیر کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ:

''اب جو دوست اس منارہ کی تعمیر کے لئے مدد کریں گے میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ ایک بھاری خدمت کو انجام دیں گے۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ ایسے موقعہ پر خرچ کرنا ہرگز گزان کے نقصان کا باعث نہیں ہوگا۔ وہ خدا کو قرض دیں گے اور معہ سود واپس لیں گے۔'' (خطبہ الہامیہ صفحہ 28)

خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے اور میری زوجہ اوّل سردار بیگم کو اس چندہ کے ادا کرنے کی اس حال میں توفیق بخشی جب کہ ہمارے پاس زیادہ مال نہ تھا اور ہمارا نام منارہ پر لکھوا دیا۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جیسا حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ ''معہ سود واپس لیں گے'' ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ معاملہ کیا۔ مجھے اس چندہ کے ادا کرنے کے بعد بہت سارو پیہ دیا، اولاد بھی دی اور زوجہ اوّل کو بھی بہت سارو پیہ دلا دیا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

حضرت شیخ صاحبؓ اور آپکی زوجہ اوّل دونوں کے اسماء منارۃ المسیح پر نمبر 41 و 42 پر کندہ ہیں۔

☆ حضرت شیخ صاحبؓ 20-1919ء میں مدرسہ احمدیہ کے طلباء کے لئے جاری کئے گئے فنڈ میں دو روپے ماہوار وظیفہ دیتے رہے۔ حضرت خلیفہ رشیدالدین صاحبؓ جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ ایسے ''بزرگوں'' کے متعلق جنہوں نے اس مبارک تحریک میں حصہ لیا، تحریر فرماتے ہیں: ''میں اس جگہ ان اصحاب کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو اگرچہ اپنے لڑکے تو مدرسہ میں نہیں بھیج سکے، لیکن انہوں نے اس خاکسار کی تحریک پر ایسے لڑکوں کے کل یا بعض اخراجات اپنے ذمہ لئے ہیں۔ جن کو انجمن خرچ نہیں دے سکتی۔ اللہ تعالیٰ ان کے مالوں میں برکت دے اور ان کے روپوں سے تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو توفیق دے کہ وہ ان کی خواہشوں کے مطابق دین کے سچے خادم بنیں اور ان کے لئے خدمتِ دین میں صدقہ جاریہ ہوں۔'' (رپورٹ: صفحہ 63 تا 65)

آپ کا نام بابو فضل اللہ ہیڈ کلرک کیمل کور 31، چھاؤنی نوشہرہ مرقوم ہے۔ فضل احمد کی بجائے فضل اللہ سہو کتابت ہے۔

☆ علاقہ ملکانہ کے ارتداد کے سلسلہ میں ہنود کے جو منصوبے تھے ان کو ناکام بنانے کے لئے حضرت شیخ صاحبؓ کی خدمات کے ایک پہلو کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ اس جہاد کے لئے مالی قربانی بھی درکار تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس مشاورت 1923ء میں فرمایا کہ اسلام پر یہ نازک وقت آیا ہے۔ جیسے بچہ مری ہوئی ماں کو طمانچہ مارتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ مخول کر رہا ہے، اگر وہ سمجھ جائے کہ ماں مرگئی ہے تو خیال کرو کہ اس کا کیا حال ہوگا۔ اسی طرح اسلام پر دشمن کا جو حملہ ہے۔ اگر اسے پورے طور پر سمجھ لیا جائے تو کوئی قربانی مسلمان اس کے انسداد کے لئے اٹھا نہ رکھیں۔ اس فتنہ کے انسداد کے لئے چندہ خاص نصف لاکھ روپیہ کی فراہمی منظور کی گئی۔ جنرل اوصاف علی خان صاحب مالیرکوٹلوی کے نصف ہزار روپے کے چیک کو حضورؓ کی طرف سے اعلان کرنے پر احباب نے رقوم پیش کرنا شروع کیں۔ جن کی تعداد قریباً ساڑھے دس ہزار ہوگئی۔ بابو فضل احمد صاحب نے سو دو صد روپیہ لکھوایا۔ (رپورٹ مشاورت: ص 55)

مزید اس وقت سینتیس افراد نے ایک ایک صد، دو نے ڈیڑھ ڈیڑھ صد، نو نے بشمول حضورؓ دو دو صد، جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اڑھائی صد، ایک نے تین صد، ایک نے چار صد تیرہ، پانچ نے پانچ پانچ صد اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے ایک ہزار روپیہ پیش کیا۔

☆ حضرت شیخ صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے تحریک جدید کے دفتر اوّل میں شمولیت کی بھی توفیق بخشی۔ اور کمزور مالی حالات کے باوجود چندہ وقف جدید میں شامل ہونے کی توفیق بھی عطا ہوتی رہی۔ (''پانچ ہزار مجاہدین'' میں آپ کی اہلیہ دوم محترمہ محمدی بیگم صاحبہ کا چندہ انیس سالہ 778 روپے درج ہے۔ (صفحہ 115,114)

☆ آپؓ کا نام اُن احباب کی فہرست میں بھی شامل رہا ہے جنہوں نے نظام کے کہنے پر رسالہ ''ریویو آف ریلجنز'' کے لئے ایک ایک خریدار مہیا کیا۔ (ریویو آف ریلجنز اردو، جولائی 1913ء، صفحہ 272، بمقام کوہ مری۔ نیز ستمبر، صفحہ 339)

☆ حضرت شیخ صاحبؓ نے 19 جولائی 1913ء کو وصیت کی توفیق پائی تھی۔ گویا اس رنگ میں بچپن سال تک مالی قربانی کا موقعہ آپؓ نے پایا۔ آپؓ کا وصیت نمبر 597 ہے۔

لٹریچر میں ذکر اور بعض دیگر خدمات

☆ حضرت شیخ صاحبؓ کی قادیان میں آمد پر الفضل میں بھی بعض اوقات ذکر ہوتا رہا۔ (الفضل قادیان 10 راگست 1915ء۔ نیز الفضل 9 راکتوبر 1922ء صفحہ 2 کالم 1)

☆ جماعتوں کے معائنہ اور چندہ کے بقایاجات کی وصولی کے لئے جب انتالیس اعزازی انسپکٹر بیت المال مقرر کئے گئے تو اُن دنوں حضرت شیخ صاحبؓ لاہور میں قیام رکھتے تھے اور آپؓ جماعت امرتسر کے لئے انسپکٹر مقرر کئے گئے تھے۔ (الفضل 24 مارچ 1931ء صفحہ 8 کالم 2)

☆ مجلس مشاورت میں اپنی جماعتوں کی نمائندگی کی توفیق پاتے رہے۔ مشاورت 1923ء میں شرکت از طرف جماعت راولپنڈی اور کمیٹی بیت المال کی رکنیت کا موقعہ بھی ملا۔ اسی مجلس شوریٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا تھا کہ نظارتوں کے قیام کے اعلان کے ساتھ میں نے کہا تھا کہ کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو کبھی کبھی ان محکموں کا معائنہ کریں تا کہ غلطیوں کی اصلاح ہو سکے۔ سو جو احباب دفاتر کے کام سے واقف ہوں، میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے نام پیش کریں۔ اس پر چار احباب نے (بشمول حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ) اپنے نام پیش کئے۔ (رپورٹ صفحہ 43,42,28,2)

چھاؤنی لاہور سے مجلس مشاورت میں شرکت (رپورٹ 1930ء صفحہ 412) اور مشاورت اجلاس ثانی اکتوبر 1936ء میں شرکت قادیان سے (رپورٹ صفحہ 79)

☆ آپکے خلفائے کرام اور ابناء حضرت مسیح موعودؑ کے علاوہ بہت سے بزرگوں سے مخلصانہ مراسم تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ جب بطور مبلغ امریکہ تشریف لے گئے تو ''نامۂ صادق'' میں بعض احباب کے خطوط کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا: ''بابو شیخ فضل احمد صاحب نوشہرہ: آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جس کے لئے آپ کو اور بھی شکر گزار ہونا ضروری ہے۔ یہ بات میں نے کسی خاص ذوق اور نمایاں فرق کو مدّنظر رکھ کر لکھی ہے''۔ (الفضل 17 جنوری 1921ء ص 9)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مطالبہ وقف پر حضرت شیخ صاحبؓ نے اپنی زندگی بھی وقف کی۔ (الفضل 20 مئی 1944ء صفحہ 5، کالم 3)۔ اور پھر لمبا عرصہ مرکزی دفاتر میں خدمت کی توفیق بھی پائی۔

☆ آپؓ انتخاب خلافت کمیٹی کی بھی رکن تھے اور خلافت ثالثہ کے انتخاب کے لئے کمیٹی کے اجلاس میں شمولیت کی توفیق بھی پائی۔

وفات

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ یکم ستمبر 1968ء کے مطابق حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ بعمر قریباً پچاسی سال لاہور میں وفات پا گئے اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ میں تدفین عمل میں آئی۔

آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا جن میں سے دو بیٹوں (مکرم ملک محمد احمد صاحب حال جرمنی اور مکرم لئیق احمد طاہر صاحب مبلغ انگلستان) کو زندگی وقف کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔

سائوتھ ریجن کا ریجنل اجتماع 2010ء

مجلس انصاراللہ سائوتھ ریجن کا سالانہ اجتماع 19 ستمبر 2010ء کو مسجد بیت السبحان کرائیڈن میں منعقد ہوا۔ اجتماع کا پہلا سیشن صبح 10 بجے محترم ڈاکٹر اعجاز الرحمٰن صاحب نائب صدر اول مجلس انصاراللہ یوکے کی صدارت میں شروع ہوا جس میں ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ مکرم مظفر احمد صاحب چٹھہ قائد صحت جسمانی بھی اس موقع پر موجود رہے۔ فٹ بال، والی بال اور رسّہ کشی کے مقابلہ جات میں چار چار ٹیمیں شامل ہوئیں۔

قریباً ساڑھے گیارہ بجے مسجد میں علمی مقابلہ جات کا آغاز ہوا۔ بعد ازاں مکرم منصور احمد کاہلوں صاحب نائب صدر صفِ دوم کی صدارت میں نظامِ وصیت کے موضوع پر ایک پروگرام منعقد ہوا جس میں مکرم مولانا مرزا نصیر احمد صاحب اور مکرم شیخ طارق محمود صاحب قائد تربیت نے انصار کی توجہ حضور انور کی خواہش کے مطابق نظام وصیت کی طرف مبذول کروائی۔

نماز ظہر وعصر کی ادائیگی اور وقفۂ طعام کے بعد محترم چوہدری رفیق احمد صاحب جاوید نائب صدر انصاراللہ کی زیر صدارت اختتامی اجلاس منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم، عہد اور نظم کے بعد مکرم سیکرٹری صاحب اجتماع نے رپورٹ پیش کی اور پھر مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے انصار میں انعامات تقسیم کیے گئے۔ آخر میں مکرم نائب صدر صاحب نے اختتامی خطاب میں انصار کو سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے توجہ دلائی۔

اس اجتماع میں 131 انصار نے شرکت کی۔

(رپورٹ: عبدالرشید قاضی ناظم اعلیٰ اجتماع)

رسالہ ''انصارالدین'' کے لئے قلمی تعاون

رسالہ ''انصارالدین'' مجلس انصاراللہ برطانیہ کا ترجمان ہے اور اس کے لئے قلمی تعاون کرنا بھی ہم سب کا فرض ہے۔ اگر آپ مضمون لکھنے کے اہل ہیں یا مضامین کا اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں یا کسی بھی موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے تبادلۂ خیال کرنا چاہتے ہیں تو براہ کرم خاکسار سے بذریعہ خط یا بذریعہ فون رابطہ فرمائیں:

(مدیر اعلیٰ۔ فون نمبر 07932325024)

رسالہ ''انصارالدین'' جاری کروائیں

رسالہ ''انصارالدین'' مجلس انصاراللہ برطانیہ کے ہر رکن کے نام خود بخود جاری کر دیا جاتا ہے۔ تاہم اگر کسی وجہ سے آپ کی مجلس میں کسی ناصر بھائی کو رسالہ ''انصارالدین'' نہیں مل رہا تو اُنہیں اس رسالہ کی افادیت سے آگاہ فرمائیں۔ نیز کسی ناصر کے نام یہ مفید رسالہ جاری کروانے کے لئے خاکسار سے بذریعہ فون رابطہ فرمائیں:

(مینیجر و قائد اشاعت یوکے۔ فون نمبر 07828858009)

سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ برطانیہ 2010ء کا کامیاب انعقاد

(محمود احمد ملک. ناظم رپورٹنگ)

روحانی جماعتوں کے لئے روحانی اجتماعات کی اہمیت کئی پہلوؤں سے بہت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس طرح تعلیم وتربیت کے مواقع میسر آتے ہیں، اخلاقی سطح بلند ہوتی ہے۔ علمی اور ورزشی پروگراموں میں شمولیت کے علاوہ تلقین عمل اور دیگر تعمیری پروگراموں میں شرکت کا موقع ملتا ہے۔ دوستوں کی باہم ملاقات بھی اس کا ایک اہم مقصد ہے لیکن برطانیہ کے اجتماعات کی سب سے بڑی برکت خلافت کی قربت اور حضور انور ایدہ اللہ کی نصائح براہ راست سننے کی سعادت نصیب ہونا بھی ہے۔ یہ ساری برکات اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال کے سالانہ اجتماع انصار اللہ کے ذریعے برطانیہ کے انصار کو ایک بار پھر میسر آئیں۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک

امسال مجلس انصار اللہ برطانیہ کا سہ روزہ سالانہ اجتماع یکم تا 3/ اکتوبر 2010ء (بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ، اتوار) اسلام آباد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیابی سے منعقد ہوا۔ الحمدللہ۔ امسال بھی لجنہ اماء اللہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع بھی انہی ایام میں اسلام آباد میں ہی منعقد کیا گیا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے دونوں اجتماعات ایک ہی مقام پر منعقد کرنے کے حوالے سے پہلا تجربہ گزشتہ سال کیا گیا تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر پہلو سے کامیاب رہا تھا اور برطانیہ کے دُور دراز علاقوں سے آنے والی فیملیوں کے لئے بہت آسانی ہوگئی تھی۔ چنانچہ امسال بھی یہ سلسلہ جاری رکھا گیا۔

انصار اللہ کے اجتماع کے حوالے سے کئی ماہ پہلے عملی کام کا آغاز کر دیا گیا تھا اور ایک اجتماع کمیٹی مکرم مرزا عبدالرشید صاحب کی سرکردگی میں مختلف امور سرانجام دینے کے لئے سرگرم عمل ہو چکی تھی۔

اجتماع کا پہلا دن

یکم اکتوبر 2010ء بروز جمعۃ المبارک اجتماع کا باقاعدہ افتتاح سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ سے فرمایا۔ حضور انور کا خطبہ جمعہ اسلام آباد میں نصب کی جانے والی مارکیوں میں براہ راست سنا گیا جس میں حضور انور نے اجتماع کے بنیادی مقصد عبادت اور خصوصاً نماز کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔

حسب پروگرام مجلس انصار اللہ برطانیہ کی مجلس شوریٰ کا انعقاد یکم اکتوبر 2010ء بروز جمعۃ المبارک کیا گیا تھا جس کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز قریباً گیارہ بجے صبح محترم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ عہد دہرانے اور دعا کرنے کے بعد محترم صدر صاحب نے افتتاحی خطاب میں گزشتہ سال کے اہم امور کا ذکر کیا اور آئندہ پیش آمدہ معاملات کے حوالے سے حاضرین کی راہنمائی کی۔ اس کے بعد مجلس شوریٰ کے لئے منتخب ہونے والی تجاویز پر غور کے لئے دو سب کمیٹیوں جن کا تعلق تربیت اور مال کے شعبہ جات سے تھا، کے اجلاسات بعد ازاں شروع کر دیئے گئے۔ وقفہ میں اراکین مجلس شوریٰ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ براہ راست سنا اور اسلام آباد میں جمعہ کی تقریب میں شرکت کی جس میں عصر کی نماز بھی نماز جمعہ کے ساتھ جمع کر کے پڑھی گئی۔ کھانے کے بعد سب کمیٹیوں کے اجلاسات جاری رہے۔ جس کے بعد مجلس شوریٰ کے اختتامی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا۔ اس اجلاس میں سب کمیٹیوں کی رپورٹس پر غور کرنے اور مختصر بحث کرنے کے بعد سفارشات کو حتمی شکل دیدی گئی۔ یہ سفارشات منظوری کے لئے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش کی جائیں گی۔

یکم اکتوبر 2010ء بروز جمعۃ المبارک کی شام قریباً سات بجے نماز مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد اجتماع کے پہلے اجلاس کے آغاز سے قبل لوائے انصار اللہ لہرانے کی تقریب منعقد ہوئی۔ محترم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے لوائے انصار اللہ جبکہ محترم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ نے لوائے برطانیہ لہرایا۔ دعا کے بعد اجتماع کے افتتاحی اجلاس کی کارروائی کا آغاز محترم امیر صاحب برطانیہ کی صدارت میں ہوا۔

تلاوت قرآن کریم مکرم حبیب الرحمٰن غوری صاحب نے کی۔ مکرم منصور ساقی صاحب نے آیات کا ترجمہ پیش کیا۔ محترم صدر صاحب انصار اللہ برطانیہ نے انصار اللہ کا عہد دہرایا جس کے بعد مکرم چودھری منصور احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام پیش کیا گیا۔

محترم امیر صاحب نے اپنے خطاب میں برطانیہ میں ہونے والی جماعتی ترقیات کے ضمن میں بیان کیا کہ ایک وقت وہ تھا کہ آج جو مارکی انصار اللہ کے اجتماع کے لئے لگائی گئی ہے، اتنے ہی سائز کی مارکی جلسہ سالانہ کے انعقاد کے لئے لگائی جاتی تھی۔ لیکن اب اسلام آباد بھی جلسہ سالانہ کے لئے چھوٹا ہو گیا ہے۔ اس شاندار ترقی کے ساتھ ساتھ ہمیں بہت سی مشکلات کا بھی سامنا ہے چنانچہ جہاں مغربی معاشرے میں اسلام فوبیا کو مختلف پہلوؤں سے اچھالا جا رہا ہے وہاں بحیثیت احمدی ہمیں زیادہ نفرت اور تشدد کا سامنا ہے۔ تاہم خلافت احمدیہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کی برکت سے اور جس کی ہدایات پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمیشہ کامیابیاں ہی عطا فرمائی ہیں چنانچہ حضور انور کی ہدایات کے مطابق لیفلٹس کی تقسیم اور بسوں پر دیئے جانے والے محبت کے پیغام، نیز قرآن کریم جلانے کی دھمکی سے متعلق جماعت احمدیہ کے ردّعمل نے ہمارے لئے جہاں عوام کے ذہنوں میں

احمدیت کی تعلیم کی عظمت اجاگر کی ہے وہاں دوسرے مسلمانوں کے ردّعمل نے اُن کی حیثیت بھی واضح کر دی ہے۔ چنانچہ نفرت کی ایک فضا اِس وقت یہاں جماعت احمدیہ کے خلاف قائم کی جارہی ہے یہاں تک کہ واجب القتل ہونے تک کے فتوے بھی ایک ٹی وی چینل پر دیئے گئے ہیں۔ بعض سکولوں میں احمدی بچوں کو بائیکاٹ کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں جب بھی آپ کو کسی بات کا علم ہو تو آپ کو فوری طور پر متعلقہ مقامی حکام اور جماعت کو آگاہ کرنا چاہئے۔

محترم امیر صاحب نے خلافت سے وابستگی نہ ہونے کے باعث عام مسلمانوں کی حالت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ والسال میں احمدیہ مسجد کے قیام کے وقت وہاں کے ملّاؤں نے ایک جلوس نکالا جس میں بڑے بڑے پوسٹر اٹھائے ہوئے تھے جن پر درج تھا: "No Mosque"۔ اسی طرح ایسٹ لندن میں ہماری مسجد کے افتتاح کے موقع پر تشریف لانے والے انگریز پولیس کمانڈر نے بتایا کہ اُن کو اِس تقریب میں شمولیت سے روکنے کے لئے ملّاؤں کا ایک وفد اُن سے ملا اور مختلف دلائل دیئے کہ کیوں اُنہیں اِس تقریب میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔ آخری اور پُرزور دلیل یہ تھی کہ احمدی برطانوی حکومت کے ایجنٹ ہیں اس لئے ان سے بچنا چاہئے۔

محترم امیر صاحب نے بتایا کہ برطانیہ میں اسلامی اخلاق کے کئی پہلو یہاں کی معاشرتی زندگی کا حصہ ہیں اس لئے اگر ہم برطانوی عوام کو اسلام کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے تقویٰ میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اپنے کردار کو بھی عمدہ بنانا ہوگا اور آج تبلیغ کے میدان میں یہی بات سب سے زیادہ اہم ہے۔ نیز خلافت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے خلافت احمدیہ کی ترقی اور حضور انور کی صحت و عافیت کے لئے بھی دعائیں کرنی چاہئیں کیونکہ ہماری ترقیات خلافت سے ہی وابستہ ہیں۔

اس کے بعد ''ذکر حبیبؑ'' کے عنوان سے مکرم نصیر احمد قمر صاحب نے تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یورپ میں تبلیغ کے لئے تڑپ اور اس کے لئے کی جانے والی کوششوں کو تفصیل سے بیان کیا۔ حضور علیہ السلام کو اسلام کا ایسا درد تھا کہ حضورؑ فرماتے ہیں کہ پندرہ سولہ سال کی عمر سے ہی مجھے شوق تھا کہ صلیبی فتنہ کا قلع قمع کروں۔ اور اس مقصد کے لئے آپؑ مختلف اعتراضات کو اکٹھا کرتے اور پھر اُن کا مدلّل جواب دیتے۔ نوجوانی میں آپ کے دائیں بازو کی ہڈی کسی وجہ سے ٹوٹ گئی تھی اور بعد میں ساری عمر اُس ہاتھ سے پیالی اٹھانا بھی آپؑ کے لئے ممکن نہیں تھا لیکن جب اسلام کے دفاع کی بات تھی تو آپؑ نے اپنے اُسی ہاتھ سے اسّی سے زیادہ شاندار کتب تصنیف فرمائیں۔ اور اپنے جذبات کا اظہار کچھ اس طرح سے کیا کہ ''اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے، وہ کیا ہے: اسی راہ میں مرنا اور جان دینا''۔ اسی طرح حضورؑ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میرا پیارا بننا چاہتا ہے اور میری دعائیں لینا چاہتا ہے تو اُسے چاہئے کہ وہ ہمیں یقین دلا دے کہ وہ خادم دین ہے۔

اس تقریر کا انگریزی خلاصہ مکرم ڈاکٹر مجیب الحق خانصاحب نے پیش کیا جس کے بعد یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ بعد ازاں ''باربی کیو'' سے لطف اندوز ہونے کے بعد اجتماع کا پہلا روز بخیر وخوبی اختتام کو پہنچا۔

اجتماع کا دوسرا دن

ہفتہ 2 ر اکتوبر 2010ء کو صبح پانچ بجے نماز تہجد ادا کی گئی۔ نماز فجر کے بعد مکرم عبدالمومن طاہر صاحب انچارج عربی ڈیسک نے درس قرآن کریم دیا جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے حوالے سے انسانی عمر کے مختلف مدارج پر روشنی ڈالی۔

اجتماع کا پہلا اجلاس صبح قریباً دس بجے تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا جس میں علمی مقابلہ جات (تلاوت، نظم اور فی البدیہہ تقریر) منعقد ہوئے۔ اِن مقابلہ جات کے وقت صدارتی فرائض مکرم فاتح الحق صاحب ریجنل ناظم نارتھ ایسٹ اور مکرم عبدالباسط راجپوت صاحب رکن خصوصی نے سرانجام دیئے۔ اسی دوران میدان عمل میں والی بال، گولہ پھینکنا اور کلائی پکڑنا نیز آرم ریسلنگ کے ابتدائی مقابلہ جات کا انعقاد بھی ہوا۔ قبل از دوپہر علمی اور ورزشی مقابلہ جات کے پروگرام اپنے اختتام کو پہنچ گئے جس کے بعد دوسرا اجلاس بعنوان ''تربیت اولاد'' منعقد ہوا۔

تربیتی اجلاس کا آغاز دوپہر ایک بجے مکرم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم ضیاء الحق سیٹھی صاحب نے کی۔ پہلی تقریر مکرم چودھری محمد ابراہیم صاحب کی اردو زبان میں تھی جس میں انہوں نے اعلان نکاح کے موقع پر تقویٰ کی اہمیت اور رشتہ کے پس منظر میں قول سدید کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ دوسری تقریر میں مکرم ڈاکٹر شبیر احمد بھٹی صاحب نے انگریزی زبان میں رشتوں کے ٹوٹنے کی وجوہات بیان کیں۔ شادی کے بعد ساس اور بہو کے حوالے سے اختلافات کو تقویٰ میں کمی کا نتیجہ ثابت کیا۔ پھر غیروں میں شادی کرنے کے بداثرات پر روشنی ڈالی اور غیروں کی طرف سے احمدی بچوں اور بچیوں کو باقاعدہ ورغلانے کی کوششوں کے حوالے سے بعض مشاہدات بیان کئے۔ تیسری تقریر میں محترم امیر صاحب نے فرمایا کہ دراصل جماعتی تعلق میں کمی کے باعث ہمارے بچے غیروں کے فتنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی نسلوں کی تربیت کے حوالے سے اپنے فرض کو پہچانیں اور اپنے بچوں کے دوست، ناصح اور حقیقی سرپرست بن کر دکھائیں۔ آپ نے بتایا کہ حضور انور کے ارشاد پر جماعت نے تحقیق کی ہے کہ رشتوں کے ختم ہونے کی وجوہات کیا ہیں یعنی کیا ثقافت کا فرق، عادات میں فرق، جان بوجھ کر تکلیف پہنچانے کی کوشش یا پھر تقویٰ کی کمی۔ تو ہمیں معلوم ہوا ہے کہ صبر کی کمی ایک بہت بڑا عنصر ہے اور تکبر دوسری بڑی وجہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت کے لئے اپنے گھروں میں بھی باجماعت نمازوں کا اہتمام کریں، کم از کم ایک کھانا سب لوگ اکٹھے کھائیں۔ جماعتی تقاریب میں بچوں کو ہمراہ لے کر آئیں اور خلیفۂ وقت سے تعلق مضبوط کریں۔

نمازوں کی ادائیگی اور وقفۂ طعام کے بعد تیسرے اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم ہانی طاہر صاحب نے کی۔ مکرم ابراہیم Mbowe صاحب نے انگریزی ترجمہ پڑھا۔ اس اجلاس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ برطانیہ نے بتایا کہ جماعت پر آنے والے مختلف ابتلاؤں اور اُن کے نتیجے میں ہونے والے افضال الٰہی کا تذکرہ ہوگا۔

اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن کی تھی۔ آپ نے آنحضرت ﷺ کی بابرکت زندگی میں دشمنان اسلام کی طرف سے دیئے جانے والے مصائب اور مسلمانوں کے صبر کے واقعات کو نہایت تفصیل سے اور بہت پُر اثر انداز میں بیان کیا اور خصوصاً طائف کے سفر، شعب ابی طالب میں اسیری کے عرصہ اور غزوات کے علاوہ دیگر مواقع پر دشمنوں کی طرف سے دھوکہ دے کر صحابہؓ کی شہادت کے واقعات کو بیان کیا۔ آپ کی تقریر کے بعد مکرم خالد چغتائی صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کا کلام ''دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو'' خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔

دوسری تقریر مکرم اخلاق احمد انجم صاحب مربی سلسلہ کی تھی۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف دشمنوں کے ناپاک منصوبوں کو تفصیل سے بیان کیا۔ حضورؑ پر نہ صرف کفر کے فتوے لگائے گئے اور متعدد جھوٹے مقدمات بنائے گئے بلکہ آپؑ کے صحابہؓ کو شہید بھی کیا گیا لیکن دشمن ہمیشہ ناکام و نامراد رہا۔ اسی طرح 1934ء میں فتنہ احرار نے قادیان میں آکر شورش کی لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے نہایت جرأت سے احرار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم سارے مل جاؤ، اور دن رات منصوبے کرو۔ منصوبے کمال تک پہنچا دو لیکن یاد رکھو کہ تم نامراد ہو کر مٹی میں مل جاؤ گے اور مَیں اور میری جماعت فتح پائیں گے۔

تیسری تقریر مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب مربی سلسلہ کی انگریزی زبان میں تھی۔ آپ کا موضوع 1953ء میں جماعت احمدیہ پر ہونے والے مظالم کا بیان تھا جن کے دوران حکومت بھی واضح طور پر جماعت کے خلاف سرگرم عمل تھی۔ حتیٰ کہ گورنر پنجاب اسماعیل چندریگڑھ نے حضرت مصلح موعودؓ پر بولنے کی پابندی کا حکم بھی جاری کیا۔ جس پر حضورؓ نے یہ پیغام لانے والے افسر سے کہا کہ میری گردن تمہارے گورنر کے ہاتھ میں ہے اور تمہارے گورنر کی گردن میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے...... چند ہی روز میں حیرت انگیز طور پر گورنر کو نااہل قرار دے کر اُس کے عہدے سے الگ کر دیا گیا۔ اسی طرح چیف منسٹر ممتاز دولتانہ کی متعصّبانہ اور معاندانہ حرکتیں تھیں اور اُس کا بدانجام بھی اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا۔ اُس کا وزیر اعظم بننے کا خواب چکنا چور ہو کر ختم ہو گیا۔ اسی بارہ میں حضورؓ نے فرمایا تھا کہ اللہ میری مدد کے لئے دوڑا چلا آرہا ہے۔ اگرچہ 1953ء کے فتنہ میں بعض احمدیوں کو شہید بھی کیا گیا لیکن بعد میں مخالفین نے اقرار کیا کہ فتنہ کے بعد جماعت کی مضبوطی میں اضافہ ہوا ہے۔ اس تقریر کے بعد مکرم جمیل الرحمٰن جلیل صاحب نے 1974ء کے حوالہ سے کہی جانے والی اپنی ایک نظم پیش کی جس کا پہلا شعر ہے:

تمام شہر میں اِک حشر سا بپا دیکھا
گلی گلی میں روا ظلم ناروا دیکھا

اگلی تقریر مکرم لئیق احمد طاہر صاحب کی تھی جو 1974ء میں احمدیت کے خلاف اٹھنے والے فتنہ کے عینی شاہد بھی تھے۔ آپ نے اِس فتنہ کے پس منظر پر روشنی ڈالی اور اسلامی کانفرنس کے بعد خلافت احمدیہ کے خلاف چلنے والی اِس تحریک کے روح رواں سیاسی لوگوں کے بدانجام کو بیان کیا جن میں بھٹو، شاہ فیصل، عیدی امین اور بعض دوسرے شامل ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی قومی اسمبلی میں حاضری کے حوالے سے حضورؒ خود فرماتے ہیں کہ باون گھنٹے مجھ سے سوالات پوچھے گئے اور اِس دوران مَیں نے خدا کے فرشتوں کو اپنے ساتھ کھڑے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ جب ایک بار اُس زمانہ کے سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق سے سوال کیا گیا کہ جس کارروائی کے تحت احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے، اُس کو پوشیدہ کیوں رکھا گیا ہے تو اُن کا جواب تھا کہ اگر وہ کارروائی دکھادی جائے تو آدھا ملک احمدی ہوجائے۔ فاضل مقرر نے احمدیوں کی قربانیوں کی داستانیں بھی بیان کیں اور احمدیوں پر مظالم توڑنے والوں کے بدانجام کا بھی ذکر کیا۔ اس تقریر کے بعد مکرم مجاہد جاوید صاحب نے محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ کی درج ذیل نظم اپنی خوبصورت آواز میں پیش کی:

عرفان کی بارش ہوتی تھی جب روز ہمارے ربوہ میں
اے کاش کہ جلدی لوٹ آئیں وہ دن وہ نظارے ربوہ میں

اس اجلاس کی اگلی تقریر مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن و مبلغ انچارج یوکے کی انگریزی میں تھی جس کا موضوع 1984ء میں خلیفہ وقت کی ہجرت اور اُس کے ثمرات تھا۔ آپ نے اِس ہجرت کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے ضیاء الحق کی دشمنی کے اظہار اور مختلف واقعات سے اُس کے عملی اقدامات بیان کئے پھر ہجرت کے سفر کے دوران معجزانہ واقعات بھی بیان کئے اور پھر مباہلہ کے نتیجہ میں ضیاء الحق کی ہلاکت کا واقعہ بیان کیا۔ اس واقعے کی لیکھرام کی ہلاکت سے مماثلت کا بھی اظہار کیا کیونکہ دونوں واقعات میں قاتل کا سراغ نہیں مل سکا۔ آپ نے ہجرت کے بعد نہایت عظیم الشان ترقیات کو اختصار سے بیان کیا جن میں وقف نو سکیم کا اجراء، صدسالہ جوبلی کا انعقاد، قادیان کے تاریخی دورے کی کامیابی، مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا اجراء اور دیگر بے شمار سکیموں اور تحریکات کا اجراء شامل ہیں۔ تقریر کے اختتام سے قبل آپ نے خلافت خامسہ کی خصوصیات پر بھی مختصر روشنی ڈالی۔ قریباً اسی وقت لجنہ مارکی میں کلوز سرکٹ ٹی وی کے ذریعے بھی یہ پروگرام دکھانا شروع کر دیا گیا۔

محترم امام صاحب کی تقریر کے بعد مکرم چودھری منصور احمد صاحب نے محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ کی یہ نظم خوش الحانی سے پیش کی:

جو الٰہی جماعت کی تقدیر ہیں
ہم پہ بھی تو وہی ابتلا آگئے

اس کے بعد مکرم سید نصیر احمد شاہ صاحب چیئرمین مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ نے اپنی انگریزی تقریر میں بیان کیا کہ آپ کو واقعہ لاہور سے اگلے ہی دن لاہور پہنچنے کا اتفاق ہوا اور آپ دونوں مقامات پر گئے۔ دونوں جگہ آپ نے عینی شاہدین سے ملاقات کی اور اُن سے واقعات سنے۔ یہ سب لوگ نہایت غم کی کیفیت سے گزرنے کے باوجود ایمان کی دولت سے مالا مال تھے۔ آپ کو محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے یہ واقعہ سنایا کہ جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر وہ ہر شہید کے گھر والوں سے تعزیت کرنے کے لئے گئے تو ایک ایسے گھر میں بھی گئے جن کا واحد کفیل شہادت کا رتبہ پا چکا تھا۔ حالات سن کر آپ آبدیدہ ہوگئے اس پر اُس شہید کی سترہ سالہ بیٹی نے آپ کو تسلّی دینی شروع کی۔ یہی کیفیت دیگر جگہوں پر بھی نظر آئی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے دشمن کا کوئی ظلم کسی احمدی کو ایمان کی راہ میں ذرا بھی پیچھے نہیں ہٹا سکا۔ آپ نے شہدائے لاہور کے حوالے سے مکرم ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر

صاحب کی ایک نظم بھی پڑھ کر سنائی اور ایک وِڈیو فلم کے ذریعہ احمدیوں پر پاکستان میں ہونے والے مظالم اور احمدیوں کے جرأتمندانہ ردّعمل کی تصویر کشی بھی کی۔

اِس اجلاس کے آخری مقرر مکرم لطف الرحمٰن صاحب تھے جو احمدیہ مسجد ماڈل ٹاؤن میں کھیلی جانے والی دہشت گردی کے عینی شاہد تھے۔ آپ نے بیان کیا کس طرح مربی سلسلہ مکرم محمود احمد شاد صاحب آخری وقت تک بڑے حوصلے اور جرأت کے ساتھ کھڑے ہو کر احمدیوں کو ہدایات دیتے رہے اور نہتے احمدیوں نے اس ظالمانہ حملے کے دوران کوئی واویلا نہیں کیا بلکہ اگر گولیوں کے چلنے کی آوازوں کے علاوہ کوئی آواز سنائی دیتی تو وہ کلمہ طیبہ کی اور دیگر دعاؤں کی تھی۔ حتیٰ کہ اس موقعے پر کسی نے آواز دی کہ میڈیکل اور پیرامیڈیکل سٹاف میں سے اگر کوئی ہو تو مسجد کے ہال میں آجائے تو ایسے احمدی والہانہ انداز میں گولیوں کی بوچھاڑ کی پروا کئے بغیر مسجد میں چلے گئے اور اپنے زخمی بھائیوں کو طبّی امداد دینے لگے۔

اس ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سٹیج ڈیزائن کا پس منظر بھی شہدائے احمدیت کو خراج عقیدت پیش کرنا ہی تھا۔ چنانچہ مسجد دارالذکر لاہور کے عکس کے ساتھ قرآن کریم کی جو آیت (سورۃ الاحزاب آیت 24) دی گئی ہے اُس کا تعلق بھی اسی مضمون سے ہے۔ آیت کا اردو اور انگریزی ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے: "مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اُسے پورا کر دکھایا۔ پس اُن میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منّت کو پورا کر دیا اور اُن میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز (اپنے طرز عمل میں) کوئی تبدیلی نہیں کی"۔ بینر کے بائیں جانب ایک نظم کے چند اشعار بھی تحریر ہیں۔ پہلا شعر یوں ہے:

گلشن احمد کو مہکاتی ہے خوشبوئے شہید
اٹھ رہی ہے رشک سے ہر اک نظر سوئے شہید

اس نہایت ایمان افروز اجلاس کا اختتام مکرم صدر صاحب مجلس اور محترم امیر صاحب کے مختصر خطابات سے ہوا۔ جس کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کی گئیں اور پھر کھانا پیش کیا گیا۔

اجتماع کا تیسرا دن

اتوار 3/ اکتوبر 2010ء کو صبح پانچ بجے نماز تہجد ادا کی گئی۔ نماز فجر کے بعد مکرم ظہیر احمد خان صاحب استاذ الجامعہ نے درس حدیث دیا۔

قریباً دس بجے آج پہلا اجلاس مکرم فاتح الحق صاحب ریجنل ناظم نارتھ ایسٹ کی زیر نگرانی شروع ہوا جس میں تقریر اور حفظ قرآن کے مقابلہ جات منعقد کروائے گئے۔ اس کے بعد وصیت فورم منعقد ہوا۔ جس کی صدارت مکرم منصور احمد کاہلوں صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ نے کی۔ مکرم محمد عامر صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی اور مکرم اعجاز احمد صاحب نے ترجمہ پڑھا۔ مکرم خواجہ منیر الدین صاحب نے نظم سے چند اشعار سنائے۔

اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن کی تھی۔ آپ نے بتایا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ سال اجتماع کے موقع پر اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ صف دوم کے انصار وصیت کرنے کی طرف خاص توجہ دیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے بعض ارشادات بھی محترم امام صاحب نے پڑھ کر سنائے مثلاً "ایمانداری کی مہر اُس پر لگے گی جو اِس نظام میں شامل ہوتا ہے"۔ "یہ نظام طیب اور خبیث کے گروہوں میں فرق ہے۔ بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزرے گا اور اُن کی پردہ دری ہوگی"۔ "اس کام میں سبقت دکھانے والے راستبازوں میں شمار ہوں گے"۔ "اس نظام کا حصہ بنو گے تو بہشتی زندگی پاؤ گے"۔

اجلاس کی دوسری تقریر مکرم مرزا نصیر احمد صاحب استاذ الجامعہ کی تھی۔ آپ نے بھی وصیت کے حوالے سے حضور انور کی خواہش کو بیان کرنے کے بعد مختلف وساوس اور اُن کے علاج کا ذکر کیا جو کسی انسان کے وصیت کرنے کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والوں کے لئے دعاؤں کا بھی ذکر کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دعاؤں کا وارث بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد لجنہ مارکی سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب کو براہ راست انصار مارکی میں بھی سنایا گیا اور کلوز سرکٹ ٹی وی کے ذریعہ دکھایا گیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی کامیابیوں کو دیکھ کر کفار نے آپؐ کے خلاف منصوبہ بندی شروع کر دی کہ کس طرح آپؐ کو روکا جاسکتا ہے۔ کفار نے آپؐ کے ماننے والوں پر ظلم وتعدی کی انتہا کر دی اور نہ کوئی مسلمان مرد اور نہ کوئی عورت، اُن کے ہاتھوں محفوظ رہا۔ چنانچہ وہ بھی ایک عورت تھی جس کی ٹانگوں کو مخالف سمت بھاگنے والے اونٹوں کے ساتھ باندھ کر اُس کے جسم کو چیر دیا گیا لیکن اُس عورت نے اپنے خدا سے بے وفائی نہیں کی۔ پھر حضرت یاسرؓ کے سارے خاندان کو ظلم کو نشانہ بنایا گیا اور ایک روز جب آنحضور ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا جہاں اِس خاندان کو باندھ کر ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: اے آلِ یاسر! صبر کرو، اللہ نے تمہارے لئے جنت میں مکان تعمیر کیا ہے۔ اِس ظلم کے نتیجہ میں حضرت یاسرؓ شہید ہو گئے اور حضرت سمیہؓ نیم بیہوش ہو گئیں کہ ابوجہل نے نیزہ مار کر اُنہیں شہید کر دیا۔ آج چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اُن کی یہ قربانی نہایت آب وتاب سے چمک رہی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ عورت فطرتاً کمزور ہوتی ہے لیکن اسلام نے وہ عورت پیدا کی ہے جو ہمیشہ اسلام کی خاطر قربانیاں دیتی رہی ہے۔ چنانچہ شعب ابی طالب میں بھی قربانیوں کا ایک سلسلہ جاری ہوا۔ عورتیں اپنے بچوں کی حالت کو دیکھ کر غمزدہ ضرور تیں لیکن وہاں ثبات قدم اور استقامت کے پیکر مرد تھے تو عورتیں بھی تھیں۔ پھر جب مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی تو وہاں بھی دشمنان اسلام نے مسلمانوں کا پیچھا کیا اور فوج کشی کی۔ تب مسلمانوں کو بھی ظلم کا جواب دینے کی اجازت دی گئی اور آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مدینہ پر حملہ کرنے والوں کے خلاف صف آرائی کی۔ پہلی جنگ بدر کے میدان میں لڑی گئی۔ ان جنگوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی بھرپور کردار ادا کیا اور جو فرائض انجام دیئے اُن میں مسلمان فوجیوں کو پانی پلانا، زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، میدان جہاد سے شہداء اور زخمیوں کو اٹھا کر لانا، فوجیوں کو تیر اٹھا کر دینا۔ اور ایک واقعہ میں مردوں کی طرح عورتوں نے تلوار بھی چلائی۔ شہیدوں کے لئے قبریں کھودنے اور اپنے فوجیوں کو

دینی غیرت دلا کر لڑنے پر ابھارنے کا کام بھی سرانجام دیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ پس اسلام میں عورت کا ایک مقام ہے۔ صحابیات نے اپنے ماحول کے مطابق قائم نظام جماعت کو مشورے بھی دیئے، علمی کارنامے بھی سرانجام دیئے، بچوں کی عمدہ تربیت بھی کی۔ پس صرف جنگی اور جاہلانہ مزاج کی وجہ سے وہ نڈر نہیں تھیں بلکہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے انہوں نے بہادری کے جوہر دکھائے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد آج اگر تلوار کا جہاد بند کر کے قلم کا جہاد جاری کیا گیا ہے تو پھر الیکٹرانک میڈیا بھی ہے جس کے ذریعے اسلام، قرآن اور خدا تعالیٰ کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں۔ ان حملوں کو پسپا کرنے کے لئے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی اپنی طاقتیں صرف کرنے کی ضرورت ہے۔ انٹرنیٹ کا استعمال صرف تفریح کی خاطر نہ ہو بلکہ اب دشمن کے ہر حملے کو پاش پاش کرنے کا وقت ہے۔ جماعتی نظام کے لئے بچیاں خود کو پیش کریں۔

حضرت امّ عمارہؓ مدینہ کی اُن دو ابتدائی عورتوں میں شامل تھیں جو بیعت عقبیٰ ثانیہ میں شامل ہو کر بیعت کر کے واپس آئیں۔ آپ نے غزوہ احد میں پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کے علاوہ تلوار کے جوہر بھی دکھائے۔ آنحضورﷺ فرماتے ہیں کہ مَیں جدھر بھی دیکھتا تھا، امّ عمارہؓ کو مَیں مسلسل لڑتا ہوا پاتا تھا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ غزوہ احد میں ایک ایسا نازک وقت بھی آیا جب جنگ کا پانسہ پلٹا اور مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا۔ تو مَیں اپنے خاندان کے ساتھ رسول اللہﷺ کے دفاع کے لئے کھڑی ہوگئی۔ آپؓ کے بیٹے کا بیان ہے کہ والدہ کے جسم پر بارہ زخم آئے اور کندھے پر ایسا زخم آیا جس کا ایک سال تک علاج ہوتا رہا۔ لڑائی کے دوران آنحضورﷺ نے اس خاندان کو فرمایا کہ تمہارا سارا خاندان عظیم ہے۔ پھر دعا کی کہ اے اللہ ان کو جنت میں میرا ساتھ عطا فرما۔ لڑائی کے دوران ایک بار جب آپؓ بیہوش ہوئیں تو ہوش میں آ کر پہلا سوال یہی کیا کہ رسول اللہﷺ کا کیا حال ہے؟ آپؓ کئی لڑائیوں میں شامل ہوئیں۔ فتح مکہ، صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے موقع پر بھی موجود تھیں۔ ان کے ایک بیٹے کو حضورؐ نے سفیر بنا کر مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجا تو اُس نے اُسے ستون سے باندھ کر ایک ایک عضو کاٹ کر شہید کر دیا۔ اس خبر پر امّ عمارہؓ نے کمال صبر کیا۔ چنانچہ آپؓ کی قربانیاں دیکھ کر حضرت عمرؓ نے ایک چادر دینے کے لئے اپنی بہو صفیہ پر امّ عمارہ کو ترجیح دی۔

حضور انور نے فرمایا کہ آج ہمیں ایک نہیں بلکہ ہزاروں امّ عمارہ کی ضرورت ہے۔ آج رسول اللہﷺ کی حفاظت جسمانی لحاظ سے تو نہیں لیکن اسلام اور اس کی تعلیم کی حفاظت ضروری ہے۔ واقفات نو اور دیگر بچیاں خود دین سیکھیں اور دین کو پھیلائیں اور اپنی ذاتی خواہشات کو پس پشت ڈال دیں۔ اسلام پر ہونے والے مخالفین کے سب اعتراضات کے جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیدیئے ہوئے ہیں۔

حضور انور نے حضرت امّ سلمیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ بھی بیعت رضوان میں شامل تھیں۔ آپ صبر، تحمل، ایمان، توکّل، تقویٰ، خشیت الٰہی، عقل و دانش کی پیکر، فصاحت و بلاغت، بہادر تھیں اور عورتوں میں خطیبۃ النساء کہلاتی تھیں۔ آپؓ نے جنگ یرموک میں نو کفار کو ڈنڈے مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ آپؓ نے ہی عورتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے آنحضورﷺ سے سوال کیا کہ ہمارے مردوں کو تو جہاد اور دیگر ذرائع سے خدمت دین کا موقع ملتا ہے لیکن ہم اُن کی اولاد کی پرورش اور مال کی نگرانی وغیرہ کرنے کے باعث کیا ثواب کی مستحق قرار پائیں گی۔ اس پر آنحضورﷺ نے فرمایا کہ تمہیں وہی اجر ملے گا جو تمہارے مردوں کو ملتا ہے۔ پس آج دینی تعلیم کی طرف توجہ دینا احمدی لڑکیوں اور عورتوں کا فرض ہے۔

امّ ورقہ بنت عبداللہ ایک صالحہ، حافظ قرآن، عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ رات کا اکثر حصہ تلاوت میں گزارتیں۔ آپؓ نے جہاد پر جانے کی اجازت چاہی تو آنحضورﷺ نے فرمایا کہ آپ گھر میں رہیں تو بھی شہادت کا درجہ پائیں گی۔ چنانچہ بعد میں آپؓ اپنے غلام اور لونڈی کے ہاتھوں شہید ہوئیں۔ پھر حضرت فاطمہؓ بنت خطاب اپنے بھائی کے اسلام لانے کا باعث بنیں۔

پس آج آخرین میں شامل عورتوں نے بھی یہی مثالیں قائم کرنی ہیں۔ اس زمانہ میں پہلے سے بڑھ کر اس کی ضرورت ہے۔ لجنہ کی تنظیم کا مقصد یہی روح پیدا کرنا ہے۔ پاکستان میں سخت حالات سے دین میں مضبوطی پیدا ہوئی ہے۔ باہر والوں کو بھی اخلاص و وفا میں بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ آج پاکستان والی پوچھتی ہیں کہ کیا عورت کی جان مرد سے زیادہ قیمتی ہے؟۔ اور اس لئے عورتوں کی خواہش ہے کہ اُن کو بھی اجلاسات کرنے کی اجازت دیدی جائے وہ ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ لیکن دراصل عقل سے چلنا بھی ضروری ہے۔ عورت کی عزت، اس کے تقدّس کی حفاظت ضروری ہے۔ لیکن جب ضرورت پڑے تو قرون اولیٰ کے نمونوں کو دکھانے کی ضرورت ہے۔

حضور انور نے برطانیہ کی لجنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہاں رہنے والے جو آزاد ہیں تو آپ میں سے ہر ایک یہی سمجھے کہ آج سلام کی حفاظت کی ذمہ داری صرف میری ہے اور اس کی خاطر وہ ہر قربانی اور مساعی کے لئے خود کو پیش کرتی چلی جائے۔

بعد ازاں حضور انور نے دعا کروائی اور یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

اس کے بعد انصار مارکی میں وصیت کے حوالے سے ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی جسے بے حد پسند کیا گیا۔ بعد ازاں محترم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت یو کے نے مختلف مقابلوں میں دوم اور سوم آنے والوں میں انعامات تقسیم کئے اور اس طرح یہ اجلاس بھی اختتام پذیر ہوا۔ اور پھر کھانے کا وقفہ ہوا۔

اختتامی اجلاس

سہ پہر چار بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشریف لا کر ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں جس کے بعد تلاوت قرآن کریم سے اجتماع کے اختتامی اجلاس کا آغاز ہوا جو مکرم ظفر اللہ احمدی صاحب نے کی۔ آیات کا انگریزی ترجمہ مکرم ناصر احمد آرچرڈ صاحب نے پیش کیا۔ پھر تمام انصار نے حضور انور کی نیابت میں انصار اللہ کا عہد دہرایا۔ بعد ازاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام مکرم چودھری منصور احمد صاحب نے پیش کیا اور اس کے بعد مکرم سید عاشق حسین شاہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام اور اس کا ترجمہ پیش کیا۔

پھر محترم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی۔ آپ نے بتایا کہ امسال حاضرین کی تعداد 1600 سے زیادہ ہے جو کہ گزشتہ سال 1400 تھی۔ اس کے بعد تقریب تقسیم انعامات ہوئی اور علمی و ورزشی مقابلہ جات میں اوّل پوزیشن حاصل کرنے والے انصار اور دوران سال مجموعی طور پر بہترین کارکردگی دکھانے والی مجالس اور ریجن کے زعماء کرام نے حضور انور کے دست مبارک سے انعامات حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نیز ایسے انصار اور بچوں کو بھی انعامات حضور انور کے دست مبارک سے حاصل کرنے کی سعادت ملی جنہوں نے انصار میں سے ایک ہزار پاؤنڈ اور بچوں میں سے کم از کم ایک سو پاؤنڈ میراتھن واک کے لئے اکٹھے کرنے کی توفیق پائی تھی۔ ان میں خاص طور پر قابل ذکر عطیات اکٹھے کرنے والوں میں سرفہرست پانچ افراد میں مکرم سلمان احمد خان صاحب (نیومالڈن)، مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت یو کے (نیومالڈن)، مکرم مشرف گینائی صاحب (کیمبرج)، مکرم نصیر دین صاحب (نیومالڈن) اور مکرم میاں منور علی صاحب (لیوٹن) شامل ہیں۔

اپنے اختتامی خطاب میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا صحابہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی روایات میں سے انتخاب پیش فرمایا جو رجسٹر روایات صحابہ سے لی گئی تھیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ ان روایات سے نہ صرف حضور علیہ السلام کے مقام اور صحابہ کی پاک فطرت پر روشنی پڑتی ہے بلکہ اُن کی دین کی حقیقت جاننے کی جستجو کا بھی پتہ چلتا ہے اور یہ بھی کہ پھر کس طرح خدا تعالیٰ نے ان کی راہنمائی بھی فرمائی۔

حضرت میاں محمد ابراہیم صاحبؓ کی روایت حضور انور نے بیان فرمائی کہ لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک لیکچر ایک مکان میں ہوا تھا۔ مخالفین باہر کھڑے ہو کر لوگوں کو اندر جانے سے روکتے اور مکان کے اندر پتھر بھی پھینکتے۔ مَیں نے دیکھا کہ حضورؑ جب بولتے ہیں تو ٹھہر ٹھہر کر بولتے ہیں اور ران پر بار بار ہاتھ مارتے ہیں جس طرح پہلوان مارتے ہیں۔ اس پر مجھے وسوسہ آیا اور مَیں نے اپنے والد سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فوراً ہی "احوال الآخرۃ" سے یہ پنجابی شعر پڑھا جس میں آنے والے کے بارہ میں یہ پیشگوئی تھی کہ اَڑ کر بولے اور پٹ پر ہتھ مارے۔ چنانچہ اس چیز نے میرا وسوسہ دُور کر دیا اور مَیں نے بیعت کر لی۔

حضرت میراں بخش صاحب ٹیلر ماسٹر بیان کرتے ہیں کہ دکان سے گھر کی طرف جاتے وقت مَیں اپنے بھائی غلام رسول سے ملتا تھا جو احمدی ہو چکا تھا اور گھر پہنچ کر سوچتا تھا کہ یہ کورا اَن پڑھ ہے لیکن باتیں لاجواب ہیں۔ وہ مجھے ٹریکٹ بھی دیتا جو مَیں پڑھتا اور آخر دعا شروع کر دی۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک کھڑکی میں ایک بزرگ بیٹھے کتاب پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے یہ کتاب دی جو چھوٹی تختی پر چھپی تھی اور کہا کہ یہ مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ مَیں نے کہا کہ اُن کی کتابیں تو بڑی تختی پر چھپتی ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ اس بار انہوں نے یہ چھوٹی تختی پر چھاپی ہے۔ اگلے روز ظہر کی نماز پڑھ کر مَیں دکان پر آیا۔ تو دیکھا کہ وہاں ایک شخص بیٹھا "ازالہ اوہام" پڑھ رہا تھا۔ غلام رسول نے کہا کہ یہ کتاب اِس کو بھی دو۔ مَیں نے کہا کہ مَیں یہ کتاب رات کو دیکھ چکا ہوں۔ پھر مَیں نے اسے پڑھا اور بیعت کر لی۔

آپؓ مزید بیان فرماتے ہیں کہ میری قادیان میں موجودگی میں ایک عیسائی لڑکا آیا جس نے ایک کاغذ پر کچھ سوال لکھ رکھے تھے اور وہ کہنے لگا کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو اِن سوالوں کے جواب بغیر سوال کئے دیں گے۔ اُس روز جب حضورؑ سیر کے لئے نکلے تو مَیں اور وہ لڑکا بھی ہمراہ تھے۔ راستہ میں حضورؑ اُس کے سوالات کے جوابات دیتے چلے گئے۔ بعد میں اُس لڑکے نے مسجد اقصیٰ میں آکر اقرار کیا کہ اُس کے سارے سوالات کے جواب مل گئے ہیں۔

ایک روایت میں ایک صحابیؓ بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے مولوی صاحب سے پوچھا کہ آسمان پر تارے بہت ٹوٹتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ امام مہدی کی آمد کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد مَیں نے احمدیت قبول کر لی اور مولوی صاحب کو بھی دعوت دی لیکن وہ خاموش ہو گئے۔ مَیں نے پوچھا تو وہ مجھے کہنے لگے کہ بات تو سچی ہے مگر ہم دنیادار جو ہوئے۔

حضرت میر مہر غلام حسین صاحبؓ نے خواب میں دیکھا کہ ہندوؤں کی بستی میں ایک بوڑھا شخص قرآن کریم پڑھ رہا ہے۔ آپ کو اُس شخص کی جرأت پر حیرت ہوئی۔ جب آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر دیکھی تو معلوم ہوا کہ یہی وہ شخص ہے جو قرآن پڑھ رہا ہے۔

ایک صحابیؓ کا بیان ہے کہ مَیں نے سیالکوٹ کے ایک بوڑھے شخص سے حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ پہلے تو وہ نورٌ علیٰ نور تھا لیکن اب اس سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔ وہ صحابی مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورؑ کی تعریف کی کیونکہ حضورؑ کی گواہی پر اُسے اُس ایک مکان کے مالکانہ حقوق مل گئے تھے لیکن احمدیت قبول نہ کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے وہ کہنے لگا کہ وہ شرطیں بہت سخت لگاتا ہے۔

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد نے صرف حضور علیہ السلام کا چہرہ ہی دیکھا تو ایمان لے آئے۔

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے ایک نانبائی کی حضور علیہ السلام سے شکایت کی کہ یہ روٹیاں چراتا ہے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ وہ ایک روٹی کے لئے دو دفعہ دوزخ میں جاتا ہے، اَور اُس کو کیا سزا دوں؟۔ نیز فرمایا کہ آپ کو اگر اس سے اچھا ملتا ہے تو لے آئیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ یہ روایات بیان کرنے والے صحابہؓ کی نسلوں اور ہم سب کو ایمان و ایقان میں بڑھائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے جلد غلبہ اسلام کی مہم کو کامیاب بنائے۔

آخر میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی جس کے ساتھ یہ سالانہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ (حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب کا مکمل متن احباب کے استفادہ کے لئے آئندہ شمارہ میں الگ بھی پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

اجتماع کے حوالہ سے اہم بات یہ بھی ہے کہ تینوں روز موسم نہ صرف ابر آلود رہا بلکہ شدید بارش بھی ہوئی جس کی وجہ سے اگرچہ جسمانی مقابلہ جات پر اثر پڑا تاہم احباب نے مکمل نظم و ضبط کے ساتھ علمی اور تربیتی پروگرام سے بھرپور استفادہ کیا اور اللہ کے فضل سے حاضری پر کوئی منفی اثرات بھی مرتب نہیں ہوئے۔ الحمدللہ

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ اور مفید تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔ قارئین خود لکھ کر یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کر کے ہمیں کچھ بھی بھجوا سکتے ہیں۔ تحریر مختصر اور باحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے: Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL

اپنے آج کے کالم میں ہم نے چند ایسی خواتین مبارکہ کے حالات زندگی کا انتخاب کیا ہے جنہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا زمانہ دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی توفیق بھی عطا ہوئی اور خلفائے احمدیہ کی قربت کے حوالہ سے بھی انہوں نے نمایاں تاریخی مقام حاصل کیا۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

حضرت امّ المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کو الہام میں خدیجہ کا نام دیا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ نام اس لئے دیا گیا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے۔

حضرت امّ المومنینؓ کے بطن سے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ 2/ مارچ 1897ء کو پیدا ہوئیں۔ حضور علیہ السلام نے آپؓ کو اپنی صداقت کا 37واں نشان قرار دیا۔ پیدائش سے قبل حضورؑ کو بشارت دی گئی کہ یہ زیورات میں نشوونما پائیں گی۔ 1901ء کے ایک الہام میں انہیں ''نواب مبارکہ بیگم'' کا لقب عطا ہوا۔ آپؓ کی پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ کے دن پنڈت لیکھرام کی موت کی خبر بھی ملی اس طرح دو نشان پورے ہو گئے۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بچپن سے ہی ذہین و فطین اور اپنے بزرگ والدین کی نیکی کے رنگ میں رنگین تھیں۔ گو آپ نے کسی سکول میں تعلیم نہیں پائی نہ کوئی ڈگری لی لیکن جماعت کے چوٹی کے علماء آپؓ کے استاد رہے۔ قرآن کریم کی تعلیم حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ سے تین سال کی عمر میں شروع کی اور ساڑھے چار سال میں دہرا بھی لیا۔ پھر ترجمہ قرآن کے علاوہ فارسی اور عربی کی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپؓ کا بچپن بہت پاکیزہ تھا اور ابتداء سے ہی اللہ اور اس کے رسول کی محبت دل میں رَچ بس گئی تھی۔ چھوٹی عمر سے ہی رؤیائے صادقہ دیکھتی تھیں۔ اپنے عظیم الشان باپ کی عاشقِ زار تھیں اور حضورؑ بھی آپؓ پر خصوصی رنگ میں شفقت فرماتے تھے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ میں بہت چھوٹی سی تھی لیکن حضورؑ مجھ سے پوچھتے تھے کہ کوئی خواب آئی اور دعا کے لئے بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضورؑ کی وفات کے متعلق ایک خواب دیکھی وہ سنائی تو آپؑ خاموش ہو گئے۔ اتنا فرمایا کہ اپنی ماں کو نہ بتانا۔

بہت چھوٹی عمر سے آپؓ کو سچے خواب آیا کرتے تھے جنہیں حضورؑ لکھ لیا کرتے تھے۔ حافظہ غیر معمولی تھا۔ اکثر چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بے تکلفی سے حضورؑ سے پوچھ لیا کرتی تھیں۔ ایک شام آسمان پر دھنک دیکھ کر پوچھا کہ اسے عربی میں کیا کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''عربی میں اسے قوس قزح کہتے ہیں جس کے معنے شیطان کی کمان ہے، تم اسے قوس اللہ کہا کرو''۔

آپؓ فرماتی ہیں: ''حضور کی زبان میں معجزانہ اثر تھا، آپ نہ بات بات پر ٹوکتے نہ شوخیوں پر جھڑکتے بلکہ انتہائی نرمی سے فرماتے کہ یوں نہ کرو۔ جس بات سے آپ نے منع کیا مجھے یاد نہیں کہ کبھی بھول کر بھی وہ بات کی ہو''۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں:

''میری چارپائی حضرت اقدس کی چارپائی کے قریب ہوا کرتی تھی اور چار سال کی عمر میں جب رات کو مجھے ڈر لگتا تو میں حضور کی چارپائی پر آ جاتی۔ جب میری عمر پانچ سال ہوئی تو حضور نے فرمایا: جب بچے بڑے ہونے لگتے ہیں تو پھر اس طرح نہیں آ گھسا کرتے، میں تو اکثر جاگتا رہتا ہوں، تم چاہے سو دفعہ مجھے آواز دو میں جواب دوں گا اور پھر تم نہیں ڈرو گی۔ چنانچہ پھر میں نے بستر پر کود کر آپ کو تنگ کرنا چھوڑ دیا۔ جب ڈر لگتا پکار لیتی اور آپؑ فوراً جواب دیتے...... میں بچہ تھی، بالکل چھوٹی جب بھی آپ نے مجھے کہا کہ جب تم آنکھ کھلے کروٹ لیتی ہو اس وقت ضرور دعا کر لیا کرو''۔ آپؓ فرمایا کرتیں کہ دعا کی یہ عادت ہمیشہ قائم رہی۔ اکثر میری آنکھ رات کو کھلتی اور دیکھتی کہ حضور علیہ السلام کی آنکھیں بظاہر بند ہیں مگر لبوں پر درود اور ذکر الٰہی جاری ہے۔

آپؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں اور مبارک احمد پلنگ پر بیٹھے کھیل کھیل میں ایک دوسرے کو ٹانگیں مار رہے تھے۔ لڑائی نہیں تھی کیونکہ ہم دونوں کا آپس میں پیار بہت تھا۔ حضورؑ نے فرمایا: کشتی کرو بے شک، مگر یہ خیال رکھو کسی نازک جگہ کسی کو چوٹ نہ آئے۔ اس بات سے بھی آپؑ نے روکا ہوا تھا کہ کبھی ڈھیلا پتھر کسی کی جانب نہ پھینکو کسی کے بے جگہ لگ جائے۔

آپؓ مزید بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ صوفی غلام محمد صاحب کسی امتحان میں فیل ہوئے۔ خبر آئی تو آپؑ نے افسوس کا اظہار کیا۔ میں پاس بیٹھی تھی، سن کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا: ''تم عائشہ (صوفی صاحب کی منکوحہ) کو بتانے جا رہی تھیں۔ یہ بُری خبر ہے تم کیوں بُری خبر بتاؤ، کوئی اَور بتا دے گا''۔ وہ دن اور آج کا دن میں نے ہمیشہ بُری خبر کسی کو پہنچانے سے اجتناب کیا ہے۔

ایک دوپہر آپؑ آرام فرما رہے تھے میں جا کر پاس بیٹھ گئی۔ یکا یک آپؑ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی جو بیان میں نہیں آ سکتی۔ پنڈلیاں تھر تھر کانپنے لگیں چہرہ پر ایک بہت خاص چمک اور سرخی پیشانی پر پسینے کے قطرے، ہونٹ حرکت کرنے لگے جیسے کوئی غیر مرئی طاقت ان کو جنبش میں لا رہی ہے۔ نہ کوئی تکلیف کی نہ کرب کی علامت تھی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ کسی طاقت کا اس وقت آپؑ پر تصرف ہے۔ اس کیفیت کے بعد آپؑ نے آنکھیں کھولیں اور کاغذ پر کچھ لکھا اور مجھے کہا: جاؤ اپنے نانا جان کو بلا لاؤ اور اپنی امّاں کو۔ مَیں بلا لائی۔ آپؑ نے خاموشی سے وہ کاغذ نانا جان کی جانب بڑھایا۔ انہوں نے بلند آواز سے پڑھا: ''زبردست نشانوں سے ترقی ہو گی''۔ یہ خدائی خبر میں نے پوری

کیفیت کے ساتھ دیکھی۔ جب نانا جان پڑھ چکے اور دہرایا گیا تو پھر آپؓ نے خود دہرایا ورنہ چند منٹ اس کے بعد آپؓ خاموش ہی رہے تھے۔

ایک موقعہ پر حضرت اماں جانؓ سے (اُن کی پریشانی کو دُور کرتے ہوئے) حضور علیہ السلام نے پر جوش تسلی بخش آواز میں فرمایا "اس پر سوکن ہرگز نہ آئے گی"۔ یہ پُرشوکت ارشاد بفضل خدا پورا ہوا۔ 17/ فروری 1908ء کو آپؓ کا نکاح حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ کے ساتھ ہوا اور 14/مارچ 1909ء کو تقریب رخصتانہ نہایت سادگی سے عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو دو بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔

آپؓ کا نام لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں دوسرے نمبر پر درج ہے۔ دہلی میں لجنہ کا قیام آپؓ کے ذریعے ہی عمل میں آیا۔ آٹھ سال تک لجنہ لاہور کی صدر بھی رہیں۔ جلسہ سالانہ مستورات پر بھی متعدد بار خطاب کی توفیق پائی۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو منصبِ خلافت سے والہانہ لگاؤ تھا۔ نہ صرف حضرت مصلح موعودؓ سے بے تکلفی کا رشتہ ہونے کے باوجود بے حد احترام کرتیں بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بھی باوجود داماد اور بھتیجے ہونے کے بے حد ادب سے نام لیتیں اور سب رشتوں پر روحانی رشتوں کو فوقیت دیتیں۔

....

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی حرم اوّل

حضرت فاطمہ بی بی صاحبہؓ

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاوّل کی حرم اوّل حضرت فاطمہ بی بیؓ صاحبہ کا تعلق بھیرہ کے مشہور مفتیوں کے خاندان سے تھا اور آپؓ کو بھی اپنے بزرگ خاوند کی پیروی میں ابتداء میں ہی حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپؓ 1893ء میں قادیان آبسیں۔ آپؓ سے حضورؓ کو اللہ تعالیٰ نے کئی بچے عطا کئے لیکن اکثر بچپن میں ہی فوت ہوتے رہے۔ بعض بچوں کی وفات پر حضرتِ اقدسؑ نے تعزیتی مکتوب بھی تحریر فرمائے۔ آپؓ کی ایک بیٹی حفصہؓ کی شادی حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ سے ہوئی۔ آپؓ کو حضور علیہ السلام اور حضورؑ کے بچوں سے بہت عقیدت اور پیار تھا چنانچہ آپؓ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو بیٹا بنایا ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام بھی آپؓ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے چنانچہ آپؓ کی آخری بیماری میں مزاج پرسی کے لئے آپؓ کے گھر بھی تشریف لے جاتے رہے۔ اور آپؓ کی وفات کے بعد، جو 28/جولائی 1905ء کو قادیان میں ہوئی، حضرت مسیح موعودؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپؓ کی بیٹی کے گھر جاکر تعزیت بھی فرمائی۔

....

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی حرم ثانی

حضرت صغریٰ بیگم صاحبہؓ

حضرت صغریٰ بیگم صاحبہ حرم ثانی حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاول المعروف "اماں جی"، حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ لدھیانوی کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت صوفی صاحبؓ بھی حضرت مسیح موعودؑ کے عاشق مریدوں میں سے تھے اور گو آپ حضورؑ کے دعویٰ سے قبل وفات پاگئے تھے لیکن حضورؑ نے آپؓ کا نام 313/اصحاب میں شامل فرمایا ہے اور آپؓ کا بطور خاص محبت بھرا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ کی حرم اول میں سے کئی بچے ہوئے جن میں سے اکثر بچپن میں ہی فوت ہوگئے تو حضور علیہ السلام نے آپؓ کو نکاح ثانی کا مشورہ دیا اور حضرت صغریٰ بیگم صاحبہؓ کا رشتہ بھی تجویز فرمایا۔ یہ شادی 1889ء میں ہی بیعت اولیٰ سے قبل ہوئی اور حضرت اقدسؑ خود حضرت مولوی صاحبؓ اور چند دیگر احباب کے ہمراہ لدھیانہ تشریف لے گئے اور نکاح کے ساتھ رخصتانہ کی بابرکت تقریب منعقد ہوئی۔

حضرت صغریٰ بیگم صاحبہؓ نے عورتوں میں سب سے پہلے حضورؑ کی بیعت کرنے کی سعادت بھی پائی تھی۔

آپؓ شادی کے بعد 1892ء تک حضرت مولوی صاحبؓ کے ساتھ جموں میں رہیں۔ 1892ء میں جب حضرت مولوی صاحبؓ مہاراجہ جموں و کشمیر کی ملازمت سے فارغ ہوکر اپنے آبائی شہر بھیرہ تشریف لے گئے تو آپؓ کی دونوں بیویاں بھی آپؓ کے ہمراہ تھیں۔ بھیرہ میں آپؓ نے اپنے مکان اور شفاخانہ کی تعمیر شروع کی تو 1893ء میں عمارتی سامان کی خرید کے لئے لاہور تشریف لائے اور اس خیال پر کہ حضرت اقدسؑ کو بھی ملتا جاؤں قادیان بھی حاضر ہوئے۔ لیکن قادیان پہنچے تو حضور علیہ السلام کی خواہش پر وہیں کے ہو رہے اور ایک ہفتے بعد حضورؑ کے ارشاد پر حضرت اماں جیؓ کو بھی وہیں بلوالیا اس طرح 1893ء سے حضرت اماں جیؓ بھی مستقل قادیان میں رہائش پذیر ہوگئیں۔ کچھ عرصے بعد حضرت مولوی صاحبؓ نے اپنی حرم اول کو بھی قادیان بلوالیا۔

حضرت اماں جیؓ کو پے در پے کئی غم بھی دیکھنے پڑے جب آپؓ کے کئی بچے فوت ہوئے لیکن آپؓ نے ہمیشہ صبر کا دامن تھامے رکھا۔ آپؓ اپنے شوہر نامدار کی طرح علمی ذوق بھی رکھتی تھیں اور فارسی تو مادری زبان کی طرح تھی۔ آپؓ کو خلافت اولیٰ کے دَور میں حضورؓ کی خاص خدمت کی توفیق ملی۔ سلسلہ کی خدمت پر ہمیشہ کمربستہ رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات ہوئی تو بھی خلافت سے ہی وابستہ رہیں بلکہ اپنی ایک بیٹی حضرت سیدہ امۃ الحیٔ صاحبہؓ بھی حضرت مصلح موعودؓ کے عقد میں دیدی۔ دس سال بعد جب حضرت سیدہ امۃ الحیٔ صاحبہؓ اپنی دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کو یادگار چھوڑ کر وفات پاگئیں تو یہ حضرت اماں جیؓ کے لئے بہت بڑا حادثہ اور صدمہ تھا۔ ان بچوں کی پرورش میں بھی حضرت اماں جیؓ کا بہت بڑا حصہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے چھ ماہ بعد آپؓ کے ایک بیٹے محمد عبداللہ بھی وفات پاگئے جبکہ ایک اور بیٹے حضرت میاں عبدالحیٔ صاحب بھی اپنی والدہ کی زندگی میں ہی وفات پاگئے۔ غرض حضرت اماں جیؓ پر بڑی آزمائشیں آئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو صبر وشکر کی دولت سے مالامال رکھا۔

تقسیم ملک کے بعد حضرت اماں جیؓ بھی اپنی اولاد کے ساتھ پاکستان منتقل ہوگئیں جہاں حضرت مصلح موعودؓ نے آپؓ کا اور آپکی اولاد کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ آخری عمر میں آپؓ کو کئی عوارض لاحق ہوگئے۔ بالآخر 6و 7/اگست 1955ء کی درمیانی شب 83 سال کی عمر میں آپؓ وفات پاگئیں اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص میں تدفین عمل میں آئی۔